ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

اپریل 2021ء جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 04

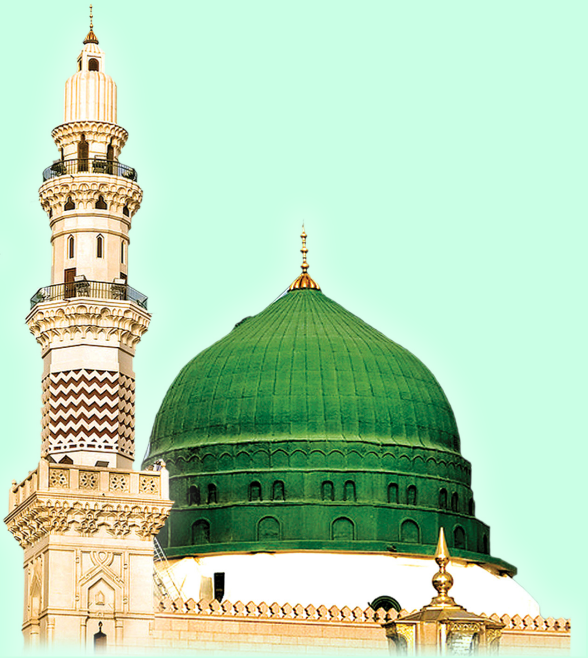

سنو ، سنو!

تم پر ایک بہت مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے

حضرت سلمان فارسی ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو وعظ فرمایا اور رمضان کی آمد کی خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”سنو! سنو! تم پر ایک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنا فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب ٹھہرایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نفلی نیکی بجالائے گا تو وہ ایسے ہی ہے جیسا کہ عام دنوں میں فرض کا ثواب ہو اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے نجات کا سبب ہوگا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا مگر روزہ دار کے ثواب سے کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی شخص ایک کھجور سے روزہ افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ کا پلادے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرمادے گا۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور آگ سے آزادی عطا فرمائے گا۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کراتے ہوئے پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی“۔

(صحیح ابن خزیمۃ:ج2 صفحہ 911 باب فضائل شہر رمضان- رقم الحدیث 1887)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

رسید مُژدہ کہ ایّامِ نَو بہار آمد

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے اور ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں یہ مقدس مہینہ اپنی زندگیوں میں ایک بار پھر دیکھنا نصیب ہو رہا ہے۔ وہی مہینہ جس کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خواہش کیا کرتے تھے کہ کاش یہ سارا سال ہی رہے۔ وہی مہینہ جس میں جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ وہی مہینہ جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بڑا ہی بدقسمت ہے جسے یہ مہینہ ملا اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکا۔ اس مبارک مہینے میں ہر طرف نیکیوں، عبادات اور قربانیوں کی خوشگوار ہوائیں چل رہی ہوتی ہیں۔ بدی کے محرکات زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ عام طور پر ہر مسلمان اپنی سستیاں دور کر کے عبادتوں اور ریاضتوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ہوتا ہے گویا ایک روحانی کیف و سرور سے پُرموسم بہار کا عالم ہوتا ہے۔

اس موسم میں ہر مسلمان اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح اس کے گناہوں کی بخشش کے سامان ہوجائیں۔ اس کے لئے وہ سنت نبوی کی پیروی میں عبادات کی طرف غیر معمولی توجہ کرتا ہے، تلاوت قرآن کریم بکثرت کرتا ہے، صدقات بڑھ چڑھ کر پیش کرتا ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں روایات میں ذکر ہے کہ آپؐ اس قدر صدقات کرتے کہ یوں لگتا جیسے تیز آندھی چل رہی ہو، عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو آپؐ کے پاؤں مبارک متورّم ہو جاتے۔

رمضان المبارک کے فضائل میں سے ایک اہم امر دعا کا مضمون ہے۔ اور یہ مضمون قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کی فرضیت اور اس کے احکام کے ساتھ ہی بیان فرمادیا کہ جب میرے بندے میرے بارہ میں سوال کریں تو کہہ دے کہ میں قریب ہی تو ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں دعا کرنے والے کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ رمضان کے ہی تعلق میں نبی کریم ﷺ نے یہ خوشخبری عطا فرمائی ہے کہ اس کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ایک ایسی رات بھی آتی ہے جس میں ”جو دعا کیجئے قبول ہے آج“ کا منظر ہوتا ہے۔ پس ہمیں اس مبارک اور مقدس رات کی ان گھڑیوں کو تلاش کرنا چاہئے اور آج کل خاص طور پر کورونا وائرس کی وجہ سے پریشان انسانیت اور مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ پر ہونے والے مظالم سے نجات کے لئے خصوصی دعائیں کرنی چاہئیں جیسا کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک عرصہ سے اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

پس آئیں اور مضطرّ بن کر اپنے رب کو اس طرح پکاریں کہ ہماری روحیں آستانہ الوہیت پر بہ نکلیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انسانیت اور احباب جماعت کی مشکلات دُور ہوں اور امن، سکون، آزادی اور خوشحالی کے سامان پیدا ہوں، آمین۔

اخبار احمدیہ

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ جرمنی

شعبان/رمضان 1442ہجری قمری | اپریل 2021ء | جلد نمبر 22 | شمارہ نمبر 04 | شہادت 1400ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جلّ جلالہ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
05	تبرکات: برکاتِ صیام
06	نظم: ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا
07	خطبہ جمعہ: رمضان المبارک کے احکام و مسائل
16	نظم: ماہِ رمضان المبارک کی آمد! آمد!
17	دُعا کی اہمیت
20	قرآنِ کریم کی تاثیرات
22	تعارف کتب: برکات الدّعا
23	رمضان اور مذاہب عالم
26	روزہ رکھنے کے طبّی فوائد
28	اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ جرمنی
29	ہجری شمسی کیلنڈر کا مہینہ 'شہادت'
31	تحریکِ وقفِ نو
32	میرے آقا کی دعائیں میرا سرمایہ ہیں
35	واقفِ نَو، بچپن سے میدانِ عمل تک
39	مکرم ناصر پیٹر لُطسین صاحب مرحوم
40	جماعتی سرگرمیاں: جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ یوم مسیح موعودؑ
41	ایک شریف النفس اور مخلص و باوفا شخص
44	تبلیغی سرگرمیاں: جرمنی میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام
46	عالمی سطح پر مذہبی آزادی اور جرمن حکومت کی تازہ رپورٹ 2020ء
48	بلانے والا ہے سب سے پیارا (اعلاناتِ وفات)

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارہ جات مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں

https: //www.alislam.org/akhbar-e-ahmadiyya/

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیر

محمد انیس دیالگڑھی

معاونین

سلطان احمد قمر، مدبّر احمد خان، سید سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سید افتخار احمد، ریاض محمود باجوہ

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِورق

احسان اللہ ظفر

مینیجر

سید افتخار احمد

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

17

04

07

31

35

46

33

39

26

28

قال اللہ جل جلالہ

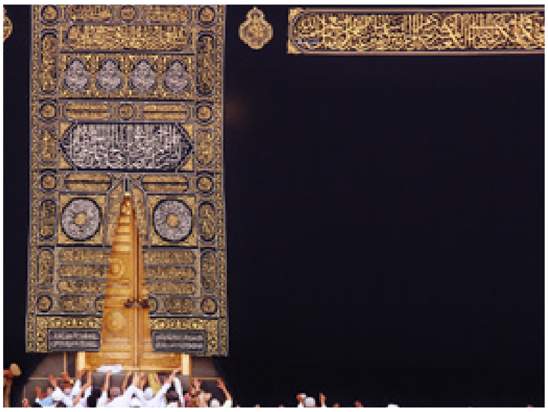

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ

(البقرہ:187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: یَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حَتّٰی یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُوْلُ: مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَأَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ وَ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: حضرت ابوھریرةؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں! کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں! کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں!

قال المسیح الموعود علیہ الصلوۃ والسلام

بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔جس نے کہا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔

(الحکم جلد 6 نمبر 45 مؤرخہ 17 دسمبر 1902ء صفحہ 2)

برکاتِ صیام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:186) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہوجائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 2 یکم دسمبر 1902ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''پس کوئی شبہ نہیں کہ ظلمات جسمانیہ کے دور کرنے کے لئے روزہ سے بہتر اور افضل کوئی عبادت نہیں اور انوار و مکالمات الٰہیہ کی تحصیل کے لئے روزہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ نے جب کوہ طور پر تیس بلکہ چالیس روزے رکھے تب ہی ان کو تورات ملی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غارِ حرا کے اعتکاف میں روزوں کا رکھنا ثابت ہے جس کے برکات سے نزول قرآن کا شروع ہوا اور خود قرآن مجید بھی اسی طرف ناظر ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ اور مسیح موعودؑ نے بھی چھ ماہ یا زیادہ مدت تک روزے رکھے ہیں جن کی برکات سے ہزاروں الہامات کے وہ مورد ہو رہے ہیں''۔ (خطبات نور ص 231)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں صحت دی ہوتی ہے، ایمان دیا ہوتا ہے وہ رمضان کی قدر و وقعت کو سمجھتے ہیں پھر وہ روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ایک مہینے کے برابر لمبی سُرنگ آجاتی ہے جس میں سے گزرتے ہوئے وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے اپنی وہ دعائیں منواتے ہیں جن کو قبول کروانے کی صورت پہلے نظر نہیں آتی تھی۔ یہ لوگ جب رمضان میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی حالت اَور ہوتی ہے اور جب رمضان سے نکلتے ہیں تو ان کی حالت اَور ہوتی ہے۔ بعض دفعہ وہ رمضان کے مہینے میں ننگے داخل ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی خلعتوں سے لدے ہوئے نکلتے ہیں''۔

(الفضل 17 جون 1952ء فرمودہ 30 مئی 1952ء بمقام ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

خدا تعالیٰ نے ثواب حاصل کرنے کے لئے روحانی دکان سجا دی۔ یہ نہیں فرمایا کہ ثواب تمہیں دے دیا گیا بلکہ فرمایا ماہ رمضان میں وہ دکان سج گئی۔ اب تم تلاوت قرآن کریم، فہم قرآن کریم اور قرآن کریم کے مضمون پر فکر اور تدبر کرنے کے نتیجہ میں اصلاحِ نفس، تزکیۂ نفس اور طہارتِ قلب کے ذریعہ اس دکان سے مال خرید سکتے ہو۔ روحانی مال پڑا ہوا ہے۔...... اسی واسطے قرآن کریم نے اس مفہوم میں بھی ان چیزوں کو تجارت کہہ کر پکارا ہے۔ چنانچہ فرمایا کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تجارت کرتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ نومبر 1972ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصِّیَامُ جُنَّۃٌ کہ رمضان کا مہینہ یا روزے رکھنا ایک ڈھال ہے۔ ڈھال سے جس طرح انسان مختلف تیروں اور تلواروں یا نیزوں کی ضربوں سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح شیطان کے نیزوں اور تلواروں اور اس کے تیروں کی ضرب سے انسان محفوظ رہتا ہے اگر وہ روزے رکھے اور ان کا حق ادا کرے تو ماہ صیام مومن کے لئے پورے کا پورا ایک ڈھال بن جاتا ہے۔ اس کی راتیں بھی ڈھال ہیں، اس کے دن بھی ڈھال ہیں اور کوشش یہ کرنی چاہئے کہ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے حق میں یہ دعا کی تھی کہ تو روز اسی طرح برکتوں اور خیر کے ساتھ نکلے۔ اسی طرح ہم یہ دعا بھی کریں کہ اے خدا رمضان کے بعد بھی یہ ڈھال ہمارا ساتھ نہ چھوڑے اور ہمارے آگے آگے بڑھے اور ہمارے دائیں اور بائیں اور پیچھے ہر قسم کے حملوں سے ہمیں ہمیشہ محفوظ رکھے۔ (خطبات طاہر جلد 14 صفحہ 69)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

رمضان کے مہینے میں ایک خاص ماحول بنا ہوتا ہے اور دوسروں کی دیکھا دیکھی بھی عبادتوں اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں عبادتوں اور نیکیوں کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اپنے اعمال کی طرف توجہ کرتے ہوئے، ہمیں اپنے خدا کے آگے جھکتے ہوئے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے اور پھر اس رمضان کی عبادتوں کو اور اس میں تبدیلیوں کو آئندہ زندگی کا مستقل حصہ بنا لینا چاہئے۔ اور اس میں جو گناہ معاف ہوئے یا جنت کے دروازے کھولے گئے تو پھر ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ کھلے رہیں۔ اور رمضان کے فیوض سے حصہ لینے کے لئے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ کرے کہ ہم اس کے فیض پاتے چلے جائیں''۔ (خطبہ جمعہ 2/ جون 2017ء)

ہمیں بس ہے تِری درگہ پہ آنا

تری رحمت عجب ہے اَے مرے یار
تِرے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار

غریقوں کو کرے اِک دم میں تُو پار
جو ہو نومید تجھ سے ، ہے وہ مُردار

وہ ہو آوارہٗ ہر دَشت و وادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ہوئے ہم تیرے اَے قادر توانا
ترے دَر کے ہوئے اور تجھ کو جانا

ہمیں بس ہے تِری درگہ پہ آنا
مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا

کہ تیرا نام ہے غفّار و ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تجھے دنیا میں ہے کِس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا

تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا

ہوا مَیں تیرے فضلوں کا مُنادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ان شاءاللہ تعالیٰ تین چار دن تک رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ ان دنوں میں روزے لمبے دن ہونے کی وجہ سے گرم ممالک میں بڑے سخت بھی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر صحت مند بالغ پر یہ فرض ہیں۔ ہاں بعض حالات میں روزے رکھنے میں سہولت بھی دی گئی ہے۔ ان گرم ممالک میں بھی بعض مزدوروں کو یا بعض اور شرائط ہیں کہ اگر ایسے حالات ہوں کہ وہ روزے نہ رکھ سکیں تو سہولت ہے۔ اسی طرح بعض ممالک جہاں آجکل بائیس تیئس گھنٹے کا دن ہے اور صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی رات ہے، وہ بھی رات نہیں بلکہ روشنی ہی رہتی ہے یا جُھٹ پُٹے کا وقت رہتا ہے اس لئے وہاں کی جماعتوں کو بتا دیا گیا ہے کہ وقت کے اندازے کے مطابق اپنی سحری اور افطاری کے وقت مقرر کر لیں جو آجکل اکثر جگہ قریبی ملکوں کے اوقات پر محمول کر کے یا ان کے اوقات کا اندازہ رکھتے ہوئے تقریباً اٹھارہ انیس گھنٹے کا روزہ ہو گا۔ ان ملکوں میں اگر اس طرح نہ کیا جائے تو سحری اور افطاری کا کوئی وقت ہی نہیں ہو گا۔ نہ تہجد پڑھی جا سکے گی نہ ہی عشاء اور فجر کی نمازوں کے اوقات معین ہو سکیں گے۔ بہر حال ان علاقوں میں جو جماعتیں ہیں وہ اس کے مطابق عمل کرتی ہیں، کس طرح انہوں نے ایڈجسٹ کرنا ہے۔

روزے اسلام کے بنیادی رکنوں میں سے ہیں اور انہیں پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ روزوں کے متعلق بعض چھوٹے چھوٹے سوال بھی اٹھتے ہیں۔ سحری کے وقت کے متعلق، افطاری کے متعلق، بیماری کے متعلق، مسافر کے متعلق، اس طرح مختلف سوال ہوتے ہیں۔ جماعت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر سال لاکھوں لوگ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے بھی اور غیر مذاہب میں سے بھی شامل ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بھی بعض احکامات کے بارے میں مختلف فقہی نظریات ہیں۔ ان نظریات کے ساتھ جب وہ جماعت میں آتے ہیں تو بعض باتیں ان میں بے چینیاں پیدا کر دیتی ہیں۔ بعض وضاحتیں وہ لوگ چاہتے ہیں۔ بعض تفصیلات چاہتے ہیں یا بعض سوال اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح بعض غیر مذاہب سے آنے والے بالکل ہی بعض چیزوں کا علم نہیں رکھتے بلکہ ان کو علم ہوتا ہی نہیں وہ تو نئے طور پہ سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے اسلام کے بنیادی جو رکن ہیں ان کے مسائل کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے اور حَکَم اور عدل بنا کر بھیجا ہے جنہوں نے اسلام کی تعلیم پر بنیاد رکھتے ہوئے ہر معاملے کا فیصلہ کرنا تھا اور کیا اور ہر مسئلے کا حل بتانا تھا اور بتایا۔ پس اس لحاظ سے اس زمانے میں ہمیں اپنے مسائل کا حل اور علم میں اضافے کے لئے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت روزوں کے حوالے سے جیسا کہ میں نے کہا سوال اٹھتے رہتے ہیں بعض سوالوں کے جواب یا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان کے بارے میں کیا مؤقف تھا یا کیا آپ نے حکم فرمایا۔ کیا آپ کا فتویٰ تھا۔ ان کے بارے میں بیان کروں گا۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس زمانے میں شرعی احکامات کے بارے میں آپ علیہ السلام کا حکم یا نظریہ ہی ہمارے لئے اس مسئلے کا فقہی حل اور فیصلہ ہے۔

پہلی بات تو ہمیشہ یہ یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام پر عمل کی بنیاد تقویٰ ہے۔ اس لئے تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے روزوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں کہ ”اپنے روزوں کو خدا کے

روزے اسلام کے بنیادی رکنوں میں سے ہیں اور انہیں پورا کرنا بھی ضروری ہے

لئے صدق کے ساتھ پورے کرو“۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں مثلاً رمضان کے بارے میں مختلف بچے بھی سوال کرتے ہیں کہ رمضان اور عید وغیرہ جو ہیں ہم غیر احمدی مسلمانوں سے مختلف وقت میں کیوں پڑھتے ہیں یا کیوں شروع کرتے ہیں۔ اوّل تو یہ کوئی اصول نہیں کہ ہمارے رمضان شروع کرنے کے دن اور عید کا دن ضرور مختلف ہو۔ اور نہ ہی ہم جان بوجھ کر اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کئی ایسے بھی سال آئے ہیں اور آتے ہیں کہ ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے روزے اور عید ایک ہی دن ہوتے ہیں۔ پاکستان میں اور مسلمان ممالک میں جہاں رؤیت ہلال کمیٹیاں حکومت کی طرف سے بنی ہوئی ہیں جب وہ یہ اعلان کرتی ہیں کہ چاند نظر آ گیا ہے اور گواہوں کی موجودگی ہے تو ہم احمدی مسلمان بھی اس کے مطابق اپنے روزے رکھتے ہیں اور روزے ہمارے ختم بھی اس کے مطابق ہوتے ہیں اور عید بھی اس کے مطابق منائی جاتی ہے۔

اِن ملکوں میں جو مغربی ممالک ہیں، یورپین ممالک ہیں نہ ہی حکومت کی طرف سے کسی رؤیت ہلال کا انتظام ہے اور نہ ہی اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاند نظر آنے کے واضح امکان کو سامنے رکھتے ہوئے روزے شروع کرتے ہیں اور عید کرتے ہیں۔ ہاں اگر ہمارا اندازہ غلط ہو اور چاند پہلے نظر آ جائے تو پھر عاقل بالغ گواہوں کی گواہی کے ساتھ، مومنوں کی گواہی کے ساتھ کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے پہلے بھی رمضان شروع کیا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو ایک چارٹ بن گیا ہے اس کے مطابق ہی رمضان شروع ہو۔ لیکن واضح طور پر چاند نظر آنا چاہیے۔ اس کی رؤیت ضروری ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہم ضرور غیر احمدی مسلمانوں کے اعلان پر بغیر چاند دیکھے روزے شروع کر دیں اور عید کر لیں یہ چیز غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو اپنی ایک کتاب سرمہ چشم آریہ میں بھی بیان فرمایا۔ حساب کتاب کو یا اندازے کو ردّ نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک سائنسی علم ہے لیکن رؤیت کی فوقیت بیان فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”خدائے تعالیٰ نے احکام دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقّتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا۔ مثلاً روزہ رکھنے کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جب تک قواعد ظنّیہ نجوم کے رُو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند انتیس کا ہو گا یا تیس کا۔ تب تک رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو“۔ (یعنی جو قواعد سائنسدانوں کی طرف سے اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ جو فلکیات کا یا ستاروں کا علم رکھتے ہیں انہوں نے جو قواعد بنائے ہیں ضروری نہیں کہ ان قواعد کی پابندی کی جائے اور اگر ان کے اندازے یہ کہتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہو گا یا تیس کا تو اس کے مطابق عمل کرو اور چاند کو دیکھنے کی کوشش نہ کرو۔ رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو یہ غلط ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ نہیں ہوتا رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو) اور آنکھیں بند رکھو کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ نخواہ اعمال دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا حرج اور تکلیف مالایطاق ہے“۔ (بلاوجہ اسی بات پہ عمل کرنا کہ کیونکہ ہمیں اندازے یہ بتا رہے ہیں اس لئے اس کے علاوہ ہم اور کچھ نہیں کریں گے یہ بلا وجہ کی ایک تکلیف ہے۔) فرمایا کہ ”اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ سو یہ بڑی سیدھی بات (ہے) اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہیں (یعنی صرف ستاروں اور اجرام فلکی کا علم رکھنے والوں کے محتاج نہ رہیں) اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رؤیت پر مدار رکھیں۔ صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں۔ (چاند کو دیکھنا ضروری ہے۔ اگر دیکھنے کی کوشش کی جائے اور نظر نہ آئے تو پھر جو حساب کتاب ہے اس پہ بھی انحصار کیا جا سکتا ہے اور اس بات پہ بھی انحصار ہو کہ تیس دن سے زیادہ اوپر نہ جائیں۔ اور فرمایا کہ) اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقت میں عندالعقل رؤیت کو قیاسات ریاضیہ پر فوقیت ہے۔ (عقل بھی یہ کہتی ہے کہ جو آنکھوں سے دیکھنا ہے اس کو صرف حسابی اندازے جو ہیں ان اندازوں پر بہرحال فوقیت ہے۔) فرمایا کہ آخر حکمائے یورپ نے بھی جب رؤیت کو زیادہ تر معتبر سمجھا تو اس

خدائے تعالیٰ نے احکام دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقّتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا

نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کئے“۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 193-192)۔ جو یورپ کے پڑھے لکھے لوگ ہیں، عقلمند لوگ ہیں، سائنسدان ہیں انہوں نے اس بات کو معتبر سمجھتے ہوئے کہ دیکھنا جو ہے وہ بہرحال زیادہ اعلیٰ چیز ہے، اس خیال کی وجہ سے اپنے آلات بنائے ہیں۔ دُوربینیں بنائی ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اجرام فلکی کو دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بعض دفعہ حساب میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا اور اگر غلطی ہو جائے مثلاً اگر چاند ایک دن پہلے نظر آنا ثابت ہو جائے تو پھر کیا کیا جائے کیونکہ اس کا مطلب ہے ایک روزہ چھوٹ گیا۔ ہم نے ایک دن بعد شروع کیا اور چاند اس سے پہلے نظر آ گیا اور ثابت بھی ہو گیا کہ نظر آ گیا تھا۔ اس بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سوال پیش ہوا۔ سیالکوٹ سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ یہاں چاند منگل کی شام کو نہیں دیکھا گیا بلکہ بدھ کو دیکھا گیا ہے جبکہ رمضان بدھ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے

کو شروع ہو چکا تھا۔ عام طور پر اس علاقے میں ہر جگہ اس واسطے پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا۔ اس نے پوچھا کہ روزہ تو بدھ کو رکھا جانا چاہئے تھا۔ ہمارے ہاں پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا۔ اب کیا کرنا چاہئے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد ایک روزہ رکھنا چاہئے۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 437۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ جو روزہ چھوٹ گیا وہ رمضان کے بعد پورا کرو۔

اسی طرح سحری کھانے کا معاملہ ہے۔ سحری کھا کر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور...الخ حدیث 1923)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ خود بھی اور جو اپنے جماعت کے احباب افراد تھے ان کو بھی کہا کرتے تھے کہ سحری ضروری ہے۔ اسی طرح جو مہمان قادیان میں آیا کرتے تھے ان کے لئے بھی سحری کا باقاعدہ انتظام ہوا کرتا تھا بلکہ بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔

اس بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ تحریر کرتے ہیں کہ منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں قادیان میں مسجد مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے۔ آپ نے سحری کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ آپ دال سے روٹی کھاتے ہیں؟ (سحری کے وقت دال روٹی کھا رہے تھے) اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے کہ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں (ہیں۔ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ روزے رکھ رہے ہیں۔) ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو کیا کیا کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا ان کے لئے تیار کیا جائے۔ پھر منتظم میرے لئے اور کھانا لایا مگر میں کھا چکا تھا اور اذان بھی ہو گئی تھی۔ حضور نے فرمایا کھالو۔ اذان جلدی دی گئی ہے۔ اس کا خیال نہ کرو“۔
(سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 127 روایت نمبر 1163)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز تہجد پڑھنا اور سحری کھانے کے بارے میں ایک روایت بیان فرماتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ 1895ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت صاحب کے پیچھے نماز تہجد یعنی تراویح ادا کی۔ آپؑ کی یہ عادت تھی کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو دو رکعت کر کے آخر شب میں ادا فرماتے تھے جس میں آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی تلاوت فرماتے تھے۔ یعنی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک۔ اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص کی قراءت فرماتے تھے اور رکوع و سجود میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اکثر پڑھتے تھے اور ایسی آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز میں سن سکتا تھا۔ نیز آپ ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے اور اس میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہو جاتی تھی اور آپ بعض اوقات اذان کے ختم ہونے تک کھانا کھاتے رہتے تھے“۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ”خاکسار عرض کرتا ہے دراصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جب تک صبح صادق افق مشرق سے نمودار نہ ہو جائے سحری کھانا جائز ہے۔ اذان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ صبح کی اذان کا وقت بھی صبح صادق کے ظاہر ہونے پر مقرر ہے۔ اس لئے لوگ عموماً بعض جگہوں پہ سحری کی حد اذان ہونے کو سمجھ لیتے ہیں۔ قادیان میں چونکہ صبح کی اذان صبح صادق کے پھوٹتے ہی ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطی اور بے احتیاطی سے اس سے بھی قبل ہو جاتی ہو۔ اس لئے ایسے موقعوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اذان کا چنداں خیال نہ فرماتے تھے اور صبح صادق کے تبیّن تک سحری کھاتے رہتے تھے اور دراصل شریعت کا منشاء بھی اس معاملے میں یہ نہیں ہے کہ جب علمی اور حسابی طور پر صبح صادق کا آغاز ہو اس کے ساتھ ہی کھانا ترک کر دیا جاوے بلکہ منشاء یہ ہے کہ جب عام لوگوں کی نظر میں صبح صادق کی

رکوع و سجود میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اکثر پڑھتے تھے اور ایسی آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز میں سن سکتا تھا

سفیدی ظاہر ہو جائے اس وقت کھانا چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ تبیّن کا لفظ اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان پر سحری نہ چھوڑا کرو بلکہ ابن مکتوم کی اذان تک بیشک کھاتے پیتے رہا کرو کیونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اور جب تک لوگوں میں شور نہ پڑ جاتا تھا کہ صبح ہو گئی ہے، صبح ہو گئی۔ اس وقت تک اذان نہ دیتے تھے“۔
(سیرۃ المہدی جلد اوّل حصہ دوم روایت نمبر 320 صفحہ 295-296)

گزشتہ سال ایک دوست کو مَیں نے کہا تھا کہ آپ زیادہ دیر تک سحری کھاتے رہتے ہیں۔ اس بات پر انہوں نے شاید میری بات سن کے دوبارہ روزے رکھ لئے۔ لیکن اگر یہ وقت جو تھا اس وقت سے آگے نہیں لے کر گئے تھے پھر تو ٹھیک ہے۔ روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اور اب بھی ہر ایک جائزہ لے سکتا ہے۔ یہاں تو اذانیں نہیں ہوتیں۔ صبح صادق کو دیکھنا ضروری ہے۔ جب پَو پھٹتی ہے یعنی جب دھاری نمودار ہوتی ہے تو اس وقت تک سحری کھائی جا سکتی ہے۔

آپؑ کی یہ عادت تھی کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو دو رکعت کر کے آخر شب میں ادا فرماتے تھے

سحری پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کی ایک اور مثال بھی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا ہے کہ 1903ء کا ذکر ہے کہ مَیں اور ڈاکٹر صاحب مرحوم رُڑکی سے آئے۔ چار دن کی رخصت تھی۔ حضور نے پوچھا کہ سفر میں تو روزہ نہیں تھا؟ ہم نے کہا: نہیں۔ حضور نے ہمیں گلابی کمرہ رہنے کو دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہم روزہ رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ پھر فرمایا کہ آپ سفر میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا حضور! چند روز قیام کرنا ہے۔ دل چاہتا ہے روزہ رکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا! ہم آپ کو کشمیری پراٹھے کھلائیں گے۔ ہم نے خیال کیا کہ کشمیری پراٹھے خدا جانے کیسے ہوں گے۔ جب سحری کا وقت ہوا اور ہم تہجد اور نوافل سے فارغ ہوئے اور کھانا آیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود گلابی کمرے میں تشریف لائے (جو کہ مکان کی نچلی منزل میں تھا۔) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مکان کے اوپر والی تیسری منزل پر رہا کرتے تھے۔ ان کی بڑی اہلیہ کریم بی بی صاحبہ جن کو مولویانی کہا کرتے تھے کشمیری تھیں اور پراٹھے اچھے پکایا کرتی تھیں۔ حضور نے یہ پراٹھے ان سے ہمارے واسطے پکوائے تھے۔ پراٹھے گرما گرم اوپر سے آتے تھے اور حضور علیہ السلام خود لے کر ہمارے آگے رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اچھی طرح کھاؤ۔ مجھے تو شرم آتی تھی اور ڈاکٹر صاحب بھی شرمسار تھے مگر ہمارے دلوں پر جو اثر حضور کی شفقت اور عنایت کا تھا اس سے رُوئیں رُوئیں میں خوشی کا لرزہ پیدا ہو رہا تھا۔ اتنے میں اذان ہوگئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اور کھاؤ۔ ابھی بہت وقت ہے۔ فرمایا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرۃ:188)۔ اس پر لوگ عمل نہیں کرتے۔ آپ کھائیں ابھی بہت وقت ہے مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دے دی ہے۔ (پھر کہتی ہیں) جب تک ہم کھاتے رہے حضور کھڑے رہے اور ٹہلتے رہے۔ ہر چند ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حضور تشریف رکھیں میں خود خادمہ سے پراٹھے پکڑ لوں گا یا میری بیوی لے لیں گی مگر حضور نے نہ مانا اور ہماری خاطر تواضع میں لگے رہے۔ اس کھانے میں سالن بھی تھا اور دودھ سوّیاں وغیرہ بھی۔

(سیرۃ المہدی جلد2 حصہ پنجم صفحہ 203-202 روایت نمبر 1320)

بیشک اچھا کھانا تو کھائیں لیکن اس میں بھی اعتدال ہونا چاہئے۔ روزہ رکھ کر یہ احساس بھی ہونا چاہئے کہ ہم نے روزہ رکھنا ہے اور رکھا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ تم ایمان لاؤ اور پھر تنگیوں میں بسر کرو۔ اس لئے ہم نے روزے فرض کئے۔ (اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) تا تمہاری تنگیاں دُور ہوں۔ یہ ایسا نکتہ ہے جو مومن کو مومن بناتا ہے۔ (یہ نکتہ بڑا یاد رکھنے والا ہے کہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تنگی نہیں چاہتا۔ اور اس کی وضاحت کیا ہے۔) یہ ایسا نکتہ ہے جو مومن کو مومن بناتا ہے اور جو یہ ہے کہ روزے میں بھوکا رہنا یا دین کے لئے قربانی کرنا انسان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہیں بلکہ سراسر فائدے کا باعث ہے۔ جو یہ خیال کرتا ہے کہ رمضان میں انسان بھوکا رہتا ہے وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھوکے تھے ہم نے رمضان مقرر کیا تا تم روٹی کھاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ روٹی یہی ہے جو خدا تعالیٰ کھلاتا ہے اور اصل زندگی اسی سے ہے۔ اس کے سوا جو روٹی ہے وہ روٹی نہیں پتھر ہیں جو کھانے والے کے لئے ہلاکت کا موجب ہیں۔ مومن کا فرض ہے کہ جو لقمہ اس کے منہ میں جائے اس کے متعلق پہلے دیکھے کہ وہ کس کے لئے ہے۔ اگر تو وہ خدا کے لئے ہے تو وہی روٹی ہے اور اگر نفس کے لئے ہے تو وہ روٹی نہیں"۔

پس سحری اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھائی جا رہی ہے تو اگر اچھی بھی کھائی جا رہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے اور وہ جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں برکت ہے۔ اور پھر اگر پیٹ بھرنا ہے اور اچھی خوراک کھانا ہے اور مزہ لینا ہے تو پھر وہ نفس کے لئے ہے۔ پھر آگے حضرت مصلح موعودؓ نے وضاحت کی ہے کہ "جو کپڑا خدا کے لئے پہنا جائے وہی لباس ہے۔ جو نفس کے لئے پہنا جاتا ہے وہ ننگا ہے۔ دیکھو کیسے لطیف پیرائے

روزے میں بھوکا رہنا یا دین کے لئے قربانی کرنا انسان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہیں بلکہ سراسر فائدے کا باعث ہے

میں بتایا کہ جب تک خدا کے لئے تکالیف اور مصائب برداشت نہ کرو تم سہولت نہیں اٹھا سکتے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کا بھی اِبطال ہو جاتا ہے جو بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ (بعض لوگ ایسے ہیں جن کے وزن رمضان میں کم ہونے کے بجائے بڑھ جاتے ہیں۔) حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگوں کے لئے تو رمضان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے گھوڑے کے لئے خوید۔ (یعنی گندم اور جَو کی اچھی اعلیٰ خوراک ہوتی ہے۔) وہ لوگ جو ہیں ان

دنوں میں خوب گھی، مٹھائیاں اور مرغن اغذیہ کھاتے ہیں اور اسی طرح موٹے ہو کر نکلتے ہیں جس طرح خوید کے بعد گھوڑا۔ یہ چیز بھی رمضان کی برکت کو کم کرنے والی ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 396-395)

اب ایک طرف حکم ہے کہ سحری کھاؤ اس میں برکت ہے۔ افطاری کرو اس میں برکت ہے۔ لیکن دوسری طرف اگر صرف کھانا ہی مقصد ہو تو ایک یہ چیز اس برکت کو کم بھی کر دیتی ہے۔ پس اعتدال ضروری ہے۔ اچھا کھاؤ لیکن اعتدال کے ساتھ۔

مومن کا فرض ہے کہ جو لقمہ اس کے منہ میں جائے اس کے متعلق پہلے دیکھے کہ وہ کس کے لئے ہے۔ اگر تو وہ خدا کے لئے ہے تو وہی روٹی ہے اور اگر نفس کے لئے ہے تو وہ روٹی نہیں

سفر اور بیماری میں روزہ جائز نہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں "مجھے خوب یاد ہے کہ غالباً مرزا یعقوب بیگ صاحب جو آجکل غیر مبائع ہیں اور ان کے لیڈروں میں سے ہیں ایک دفعہ باہر سے آئے۔ عصر کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زور دیا کہ روزہ کھول دیں اور فرمایا سفر میں روزہ جائز نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ بیماریوں کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ ہمارا یہی مذہب ہے کہ رخصتوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ دین سختی نہیں بلکہ آسانی سکھاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ بیمار اور مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو رکھ لے، ہم اس کو درست نہیں سمجھتے۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے محی الدین ابن عربی کا قول بیان کیا کہ سفر اور بیماری میں روزہ رکھنا آپ جائز نہیں سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک ایسی حالت میں رکھا ہوا روزہ دوبارہ رکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا ہاں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 37)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اور موقع پر فرمایا جبکہ آپ خطاب فرما رہے تھے کہ مجھے ایک سوال پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ "مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا" اور حضرت مصلح موعودؓ کو انہوں نے کہا ہے کہ الفضل میں یہ اعلان آپ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے کہ احمدی احباب جو سالانہ جلسے پر آئیں وہ یہاں آ کر روزے رکھ سکتے ہیں۔ (جلسہ سالانہ کے دنوں میں رمضان آ گیا تھا اور جلسہ انہی دنوں میں ہوا لیکن جنہوں نے روزے رکھنے تھے وہ روزے بھی رکھتے رہے۔) مگر جو نہ رکھیں اور بعد میں رکھیں ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ (یہ اعلان شائع ہوا ہے۔) اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اوّل تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی فتویٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا۔ ہاں ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمانہ خلافت کے پہلے ایام میں سفر میں روزہ رکھنے سے مَیں منع کیا کرتا تھا کیونکہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مرزا ایوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جبکہ وہ آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر روزہ کھلوا دیا کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ اس لئے آپ نے ابن عربی کا قول پیش کیا کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان میں مولوی عبداللہ سنوری صاحب یہاں رمضان گذارنے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ باہر سے آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران میں روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟ (پہلے دو واقعات بھی گذر چکے ہیں کہ مسافر قادیان میں آ کے روزے رکھتے رہے تھے۔) اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے وطن ثانی ہے۔ (حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں) گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور لوگوں کی بھی اس بارے میں شہادت لی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔ پھر جب اس دفعہ رمضان میں سالانہ جلسہ آنے والا تھا اور سوال اٹھا کہ آنے والوں کو روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں تو ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جب جلسہ رمضان میں آیا تو ہم نے خود مہمانوں کو سحری کھلائی تھی۔ ان حالات میں جب مَیں نے یہاں جلسہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ بیمار اور مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو رکھ لے، ہم اس کو درست نہیں سمجھتے

پر آنے والوں کو روزہ رکھنے کی اجازت دی تو یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فتویٰ ہے۔ پہلے علماء تو سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز قرار دیتے رہے ہیں اور آجکل کے سفر کو تو غیر احمدی مولوی سفر ہی نہیں قرار دیتے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپ نے ہی یہ بھی فرمایا کہ یہاں قادیان میں آ کے روزہ رکھنا جائز ہے۔ اب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم آپ کا ایک فتویٰ تو لے لیں اور دوسرا چھوڑ دیں۔ اس طرح تو وہی بات بن جاتی

ہے جو کسی پٹھان کے متعلق مشہور ہے۔ پٹھان فقہ کے بہت پابند ہوتے ہیں۔ ایک پٹھان طالبعلم تھا جس نے فقہ میں پڑھا کہ نماز حرکت کبیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ جب اس نے حدیث میں رسول کریم ﷺ کے متعلق پڑھا کہ آپ نے ایک دفعہ حرکت کی تو کہنے لگا اوہ! رسول کریم ﷺ کی نماز ٹوٹ گئی کیونکہ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکت کبیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (غرض یہ پٹھان یا جو بھی شخص ان مولویوں کے پڑھے ہوئے ہیں وہ اُلٹے آنحضرت ﷺ کو فتوے دینے لگ گئے۔

خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے

تو آپ فرماتے ہیں) غرض جس نے یہ فتویٰ دیا کہ سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اسی نے یہ بھی فرمایا کہ قادیان احمدیوں کا وطن ثانی ہے یہاں روزہ رکھنا جائز ہے۔ اس لئے یہاں روزہ رکھنا آپ ہی کے فتوے کے مطابق ہوا۔ گو اس کی اَور بھی وجوہات ہیں۔

(الفضل 4 جنوری 1934ء صفحہ 4-3 جلد 21 نمبر 80)

قیام کے دوران روزوں کے بارے میں حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ روزوں کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ پر تین دن سے زائد اقامت کرنی ہو تو پھر وہ روزے رکھے اور اگر تین دن سے کم اقامت کرنی ہو تو روزے نہ رکھے اور اگر قادیان میں کم دن ٹھہرنے کے باوجود روزے رکھ لے تو پھر روزے دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب رجسٹر نمبر 5 دار الافتاء ربوہ بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 208 باب روزہ اور رمضان)

کیونکہ قادیان وطن ثانی ہے اس میں تین دن سے کم وقت میں بھی اگر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے لیکن باقی جگہوں پر تین دن اگر قیام ہے تو روزے رکھ سکتا ہے۔

مسافر اور مریض روزہ نہ رکھیں۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم کر کے کہ لاہور سے ایک شخص شیخ محمد چٹو صاحب آئے ہیں اور دوسرے احباب بھی آئے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خُلقِ عظیم کی بناء پر باہر نکلے۔ غرض یہ تھی کہ باہر سیر کو نکلیں گے۔ احباب سے ملاقات کی تقریب ہو جائے گی۔ جو لوگ آئے ہیں ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ دوسرے لوگوں کو بھی پتا لگ گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر تشریف لائیں گے اس لئے بہت سارے لوگ چھوٹی مسجد میں (مسجد مبارک میں) موجود تھے۔ جب حضرت اقدس اپنے دروازے سے باہر آئے تو معمول کے موافق خدام پروانہ وار آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر بعد سلام مسنون خیریت پوچھی کہ آپ اچھی طرح سے ہیں؟ پرانے ملنے والوں میں سے ہیں۔ اور انہوں نے بابا چٹو جو آئے تھے انہوں نے کہا کہ بڑا شکر ہے۔ حضرت اقدس نے حکیم محمد حسین قریشی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے کھانے ٹھہرنے کا پورا انتظام کر دو۔ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو اور میاں نجم الدین کو تاکید کر دو کہ ان کے کھانے کے لئے جو مناسب ہو اور پسند کریں وہ تیار کریں۔ حکیم صاحب نے کہا بہت اچھا۔ انشاء اللہ تکلیف نہیں ہو گی۔ اور پھر حضرت اقدس نے ان مہمان سے پوچھا کہ آپ نے روزہ تو نہیں رکھا ہوا۔ انہوں نے کہا مجھے تو روزہ ہے میں نے رکھ لیا ہے۔ یہ احمدی نہیں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر و بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت و رخصت دی ہے۔ اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ گناہ ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے کہ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں تو مَیں نے روزہ نہیں رکھا۔ چلنے پھرنے سے بیماری میں کچھ کمی ہوتی ہے اس لئے باہر جاؤں گا۔ (ان مہمان سے پوچھا) کیا آپ بھی چلیں گے؟ بابا چٹّو نے کہا نہیں، میں تو نہیں جا سکتا۔ آپ ہو آئیں۔ یہ حکم تو بیشک ہے مگر سفر میں کوئی تکلیف نہیں پھر کیوں روزہ نہ رکھا جاوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا یہ تو آپ کی اپنی رائے ہے۔ قرآن شریف نے تو تکلیف یا عدم تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اب آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں۔ انسان کو وہ راہ اختیار کرنی چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے اور صراط مستقیم مل جاوے۔ اس پر بابا صاحب نے کہا کہ مَیں تو اسی لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ فائدہ اٹھاؤں۔ اگر یہی راہ سچی ہے تو ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت ہی میں مر جاویں۔ حضرت اقدس نے فرمایا: ہاں یہ بہت عمدہ بات ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تھوڑی دور ہو آوں۔ آپ آرام کریں‘‘۔

(ماخوذ از الحکم مؤرخہ 31 جنوری 1907ء صفحہ 14 جلد 11 نمبر 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ فدیہ بھی دیتے تھے اور بعد میں روزے بھی رکھتے تھے اور اسی کی دوسروں کو تاکید بھی فرمایا کرتے تھے

بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ہوا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے پھر وہی قول بیان فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ بیمار یا مسافر روزے کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر بھی اسے صحت پانے پر ماہ رمضان کے گذرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرۃ:185) جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ ماہ رمضان کے بعد کے دنوں

میں روزے رکھے۔ اس میں خداتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے انہی ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خداتعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔ بعد کے روزے اس پر بہرحال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ امر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے۔ اس سے خداتعالیٰ کا وہ حکم جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔حضرت اقدس

> حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزے رکھتا ہے وہ خداتعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزے رکھتا ہے وہ خداتعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خداتعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد وہ روزے رکھے۔ خداتعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے''۔ زور سے نجات نہیں حاصل کی جاسکتی۔فرمایا کہ ''خداتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا''۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 431-430۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میاں رحمت اللہ صاحب ولد حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام لدھیانہ تشریف لائے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ ہم سب غوث گڑھ سے ہی روزہ رکھ کر لدھیانہ گئے۔حضور نے والد صاحب مرحوم سے خود دریافت فرمایا یا کسی اور سے معلوم ہوا (یہ مجھے یاد نہیں) کہ یہ سب غوث گڑھ سے آنے والے روزہ دار ہیں۔حضور علیہ السلام نے فرمایا میاں عبداللہ! خدا کا حکم جیسا روزہ رکھنے کا ہے ویسا ہی سفر میں نہ رکھنے کا ہے۔آپ سب روزے افطار کردیں۔ظہر کے بعد کا یہ ذکر ہے''۔ چنانچہ سب کے روزے کھلوادیئے گئے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 125 روایت نمبر 1159)

پھر ایک اور روایت ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ میاں عبداللہ سنوری صاحب نے بیان کیا کہ ''اوائل زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں کوئی مہمان یہاں حضرت صاحب کے پاس آئے۔ اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ گذر چکا تھا بلکہ شاید عصر کے بعد کا وقت تھا۔حضرت صاحب نے اسے فرمایا آپ روزہ کھول دیں۔ اس نے عرض کیا کہ اب تھوڑا سا دن رہ گیا ہے اب کیا کھولنا ہے۔حضور نے فرمایا کہ آپ سینہ زوری سے خداتعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ خداتعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھیں تو نہیں رکھنا چاہئے۔اس پر اس نے روزہ کھول دیا''۔ (سیرت المہدی جلد اوّل حصہ اول صفحہ 97 روایت نمبر 117)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب اور حضرت خانصاحب محمد خان صاحب لدھیانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا میں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور میرے رفقاء نے نہیں رکھا تھا۔ جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تھوڑا سا وقت غروب آفتاب میں باقی تھا۔ (سورج ڈوبنے والا تھا) حضرت کو انہوں نے کہا کہ ظفر احمد نے روزہ رکھا ہوا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوراً اندر تشریف لے گئے اور شربت کا ایک گلاس لے کر آئے اور فرمایا روزہ کھول دو۔سفر میں روزہ نہیں چاہئے۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور اس کے بعد بوجہ مقیم ہونے کے ہم (وہاں کچھ دن ٹھہرنا تھا) روزہ رکھنے لگے۔ افطاری کے وقت حضرت اقدس خود تین گلاس ایک بڑے تھال میں رکھ کر لائے۔ ہم روزہ کھولنے لگے۔ (کیونکہ بعد کے دنوں میں وہاں قیام تھا اس لئے پھر انہوں نے روزے رکھے۔ اس قیام کے دوران ان دنوں میں جو روزے رکھے ہوئے تھے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام افطاری کے وقت تھال میں رکھ کر ٹرے میں شربت کے تین بڑے گلاس لائے اور ہم اس سے روزہ کھولنے لگے۔تو میں نے عرض کیا کہ حضور منشی جی کو یعنی منشی اروڑے خان صاحب کو ایک گلاس میں کیا ہوتا ہے۔ (سارا دن کا روزہ ہے ایک ایک گلاس آپ پانی کا لائے ہیں اس سے ان کا کیا بنے گا۔) حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسکرائے اور جھٹ اندر تشریف لے گئے اور ایک بڑا لوٹا شربت کا بھر کر لائے اور منشی جی کو پلایا۔ منشی جی یہ سمجھ کر کہ حضرت اقدس کے ہاتھ سے شربت پی رہا ہوں، پیتے رہے اور ختم کر دیا۔ (اصحاب احمدؓ جلد 4 صفحہ 224۔ نیا ایڈیشن۔ روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ)۔ ایک بڑا جگ لے کر آئے وہ ختم کر دیا۔

> آپ سینہ زوری سے خداتعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ خداتعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایک روایت تحریر کرتے ہیں کہ ملک مولا بخش صاحب پنشنر نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان شریف میں امرتسر میں تشریف لائے۔ آپ کا لیکچر منڈوا بابو گھنیا لعل (جس کا نام اب بندے ماترم پال ہے) میں ہوا۔ بوجہ سفر کے حضور کو روزہ نہ تھا۔لیکچر کے دوران مفتی فضل الرحمن صاحب نے چائے کی پیالی پیش کی۔حضور نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر وہ اور آگے ہوئے۔ پھر بھی حضور مصروف

لیکچر رہے۔ پھر مفتی صاحب نے پیالی بالکل قریب کر دی تو حضور نے لے کر چائے پی لی۔ اس پر لوگوں نے شور مچا دیا کہ یہ ہے رمضان شریف کا احترام۔ روزے نہیں رکھتے اور بکواس شروع کر دی۔لیکچر بند ہوگیا اور حضور پس پردہ ہوگئے۔ (پیچھے چلے گئے) گاڑی دوسری طرف دروازے کے سامنے لائی گئی اور حضور اس میں داخل ہوگئے۔ لوگوں نے اینٹ پتھر وغیرہ مارنے شروع کئے اور بہت ہلّڑ مچایا۔ گاڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا مگر حضور

حدیث میں حضرت عائشہ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی یہی ذکر آتا ہے کہ آپ ہمیشہ دو جائز رستوں میں سے سہل رستے کو پسند فرماتے تھے

بخیر وعافیت قیامگاہ پہنچ گئے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد میں سنا گیا کہ ایک غیر احمدی مولوی یہ کہتا تھا کہ اَج لوکاں نے مرزے نوں نبی بنادِتّا۔ یہ میں نے خود ان کے منہ سے تو نہیں سنا۔ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ ہم باہر نکلے۔ تو اس وقت ان کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ اینٹ پتھر مار رہے ہیں ابھی تک شور شرابا ہے۔ ذرا ٹھہر جائیں۔ تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا 'وہ گیا جسے مارتے تھے۔ مجھے کون مارتا ہے'۔ چونکہ اس موقع پر مفتی فضل الرحمن صاحب کے چائے پیش کرنے پر یہ سب گڑبڑ ہوئی تھی، (یہ فساد پیدا ہوا تھا، لوگوں نے شور مچایا تھا) اس لئے سب آدمی ان کو کہتے تھے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ سب احمدی ان کے پیچھے پڑ گئے کہ تمہاری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ میں نے بھی ان کو ایسا کہا۔ وہ بیچارے تنگ آ گئے اور کہتے ہیں بعد میں میاں عبدالخالق صاحب مرحوم احمدی نے مجھے بتایا کہ جب یہ معاملہ حضور کے سامنے پیش ہوا کہ مفتی صاحب نے خواہ مخواہ لیکچر خراب کر دیا تو حضور نے فرمایا مفتی صاحب نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فعل سے اس حکم کی اشاعت کا موقع پیدا کر دیا۔ (یہ جواب تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا۔ جب یہ جواب حضرت مفتی صاحب نے سنا تو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ) پھر تو مفتی صاحب اور بھی شیر ہو گئے"۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 147 روایت نمبر 1202)

بیمار ہونے پر روزہ کھول دینا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔ آپ ہمیشہ شریعت میں سہل راستے کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث میں حضرت عائشہ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی یہی ذکر آتا ہے کہ آپ ہمیشہ دو جائز رستوں میں سے سہل رستے کو پسند فرماتے تھے"۔

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوئم صفحہ 637 روایت نمبر 697)

یہ سوال ہوا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جبکہ کام کی کثرت ہو مثلاً بیجائی ہو رہی ہے یا کٹائی ہو رہی ہے، ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا۔ تو اس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ وطہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے پھر جب میسر ہو رکھ لے۔ (خاص طور پر گرمی کے دن لمبے ہوتے ہیں اور ان ممالک میں شدید گرمی ہوتی ہے۔ وہاں کے بارے میں ہے کہ مزدوری کی وجہ سے بعد میں رکھ لیں اور وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ۔ کی نسبت فرمایا "اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے"۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 394۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

رمضان میں جن سے روزے نہیں رکھے جاتے وہ فدیہ دیتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزے کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزے کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا"۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 259-258۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ "فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا

ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزے کی توفیق اس سے حاصل ہو

بلکہ یہ محض اس بات کا فدیہ ہے کہ ان مبارک ایام میں وہ کسی جائز شرعی عذر کی بنا پر باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ عبادت ادا نہیں کرسکا۔ آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک عارضی اور ایک مستقل۔ فدیہ بشرط استطاعت ان دونوں حالتوں میں دینا چاہئے۔ غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے بہرحال سال دو سال یا تین سال کے بعد جب بھی اس کی صحت اجازت دے اسے پھر روزے رکھنے ہوں گے سوائے اس صورت کے کہ

پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں، کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر مستقل طور پر خراب ہو جائے۔ باقی جو بھی کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہو اگر وہ مریض یا مسافر ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ رمضان میں ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے اور دوسرے ایام میں روزے رکھے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ فدیہ بھی دیتے تھے اور

شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے

بعد میں روزے بھی رکھتے تھے اور اسی کی دوسروں کو تاکید بھی فرمایا کرتے تھے“۔(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 389)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں (یا جو بھی اب جماعتی نظام ہے اس میں دینا جائز ہے کہ نہیں)؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے“۔(ملفوظات جلد 9 صفحہ 171۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اپنا کوئی واقف کار ہے کسی کے روزے کھلواتے ہیں تو وہاں بھی کھلوائے جا سکتے ہیں۔ بے خبری میں کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ایک خط سے یہ سوال آپ کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں بوقت سحر بماہ رمضان اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھاتا پیتا رہا۔ جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہو گئی ہے۔ کیا وہ روزہ میرے اوپر رکھنا لازم ہے یا نہیں؟ (دیر تک سحری کھاتا رہا۔ سفیدی ظاہر ہو چکی تھی۔) آپ نے فرمایا کہ بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا“۔(ملفوظات جلد 9 صفحہ 186۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اگر بے خبری میں کھا لیا پھر کوئی حرج نہیں۔ عمر کا سوال کہ کس عمر میں روزہ رکھنا چاہئے؟ کئی بچے بھی پوچھتے ہیں۔ بڑے بھی پوچھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ لیکن بعض بیوقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزے رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہو گا۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت ان کو روزوں کی ضرور مشق کرانی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور سنت کو اگر دیکھا جائے تو بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ کچھ مشق کرانی چاہئے اور ہر سال چند روزے رکھوانے چاہئیں یہاں تک کہ اٹھارہ سال کی عمر ہو جائے جو میرے نزدیک روزہ کی بلوغت کی عمر ہے۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔ (بارہ تیرہ سال میں جب روزے کی اجازت دلوائی تھی تو صرف ایک روزہ رکھوایا تھا۔) اس عمر میں تو صرف شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کی وجہ سے بچے زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روکیں۔ پھر ایک عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں چاہئے کہ بچوں کو جرأت دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں۔ (بچپن میں ماں باپ کا کام ہے روکیں، زیادہ نہ رکھنے دیں۔ پھر جب جوانی کی عمر آ رہی ہے تو پھر جرأت دلائیں اور ان سے روزے رکھوائیں) اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے رہیں کہ وہ زیادہ نہ رکھیں۔ اور دیکھنے والوں کو بھی اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ یہ سارے روزے کیوں نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر بچہ اس عمر میں سارے روزے رکھے گا تو آئندہ نہیں رکھ سکے گا۔ اسی طرح بعض بچے خلقی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے بچوں کو میرے پاس ملاقات کے لئے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی عمر پندرہ سال ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں سات آٹھ سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ (اکثر یوں ہی ہوتا ہے۔ میرے پاس بھی ایسے آتے ہیں۔) اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بچے روزے کے لئے شاید اکیس سال کی عمر میں بالغ ہوں۔ اس کے مقابلے میں ایک مضبوط بچہ غالباً پندرہ سال کی عمر میں ہی اٹھارہ سال کے برابر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ہی ان الفاظ کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ روزے کی بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے تو نہ وہ مجھ پر ظلم کرے گا نہ خدا تعالیٰ پر بلکہ اپنی جان پر آپ ظلم کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ پورے روزے نہ رکھے اور لوگ اس پر طعن کریں تو وہ طعن کرنے والے بھی اپنی جان پر ظلم کریں گے“۔(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 385)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی تھیں کہتی ہیں قبل بلوغت کم عمری میں آپ علیہ السلام روزہ رکھوانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بس ایک آدھ رکھ لیا کافی ہے۔ حضرت اماں جان

یہ جو بیس رکعات یا زیادہ رکعات والی باتیں ہیں یہ تو بعد کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت آٹھ رکعت تہجد ہے

نے میرا پہلا روزہ رکھوایا تو بڑی دعوت افطار دی۔ یعنی جو خواتین جماعت تھیں سب کو بلایا تھا۔ اس رمضان کے بعد دوسرے یا تیسرے رمضان میں مَیں نے روزہ رکھ لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا کہ آج میرا روزہ پھر ہے۔ آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ پاس سٹول پر دو پان لگے رکھے تھے۔ غالباً حضرت امّاں جان بنا کر رکھ گئی ہوں گی۔ آپ نے ایک پان اٹھا کر مجھے دیا کہ لو یہ پان کھا لو تم کمزور ہو۔ ابھی روزہ نہیں رکھنا۔ توڑ ڈالو روزہ۔ میں نے پان تو کھا لیا مگر آپ سے کہا

کہ صالحہ (یعنی ممانی جان مرحومہ۔ چھوٹے ماموں جان کی اہلیہ محترمہ) نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی اس وقت چھوٹی عمر کی تھیں ان کا بھی تڑوا دیں۔ فرمایا بلاؤ اس کو بھی۔ مَیں بلا لائی۔ وہ آئیں تو ان کو بھی دوسرا پان اٹھا کر دیا اور فرمایا لو یہ کھا لو۔ تمہارا روزہ نہیں ہے۔ فرماتی ہیں کہ غالباً میری عمر دس سال کی ہوگی۔ (ماخوذ از تحریراتِ مبارکہ بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 214 باب روزہ اور رمضان)

اسی طرح تراویح کے بارے میں بعض سوال ہیں۔ اکمل صاحب آف گولیکی نے بذریعہ تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی مزدور، زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجا لانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اوّل شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھا دی جائے تو کیا جائز ہوگا؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ پڑھ لیں"۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 65۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تراویح کے متعلق عرض ہوا کہ جب یہ تہجد ہے تو بیس رکعات پڑھنے کی نسبت کیا ارشاد ہے کیونکہ تہجد تو مع وتر گیارہ یا تیرہ رکعت ہے۔ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہیں اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے اور یہی افضل ہے مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ (مناسب تو یہی ہے کہ تہجد کے وقت اُٹھ کے آٹھ رکعت پڑھا جائے لیکن اگر پہلی رات پڑھ لو تو پھر بھی جائز ہے) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اوّل حصہ میں اُسے پڑھا۔ بیس رکعات بعد میں پڑھی گئیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی"۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 113۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

یہ جو بیس رکعات یا زیادہ رکعات والی باتیں ہیں یہ تو بعد کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت آٹھ رکعت تہجد ہے۔

ایک صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنی چاہئے اور تراویح کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا سفر میں دوگانہ سنت ہے۔ تراویح بھی سنت ہے۔ پڑھا کریں اور کبھی گھر میں تنہائی میں پڑھ لیں کیونکہ تراویح دراصل تہجد ہے۔ کوئی نئی نماز نہیں ہے۔ وتر جس طرح پڑھتے ہو بیشک پڑھو"۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 22۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ چند باتیں تھیں رمضان سے متعلق جو مَیں نے بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرتے ہوئے رمضان کے روزوں سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 جون 2016ء۔ خطبہ جمعہ 3/ جون 2016ء)

ماہِ رمضان المبارک کی آمد! آمد!

مژدہ باد اہلِ چمن ۔ ماہِ گُہر بار آیا
اپنے دامن میں لئے دَولتِ بیدار آیا
عرصۂ زیست پہ اِک مطلعِ انوار اُٹھا
بامِ افلاک پہ اِک ابرِ ضیا بار آیا
منتظر دیدہ و دل جس کے لئے تھے شب و روز
محفلِ دیدہ و دل میں وہی دلدار آیا
بخششِ رحمتِ عالم نے دریچے کھولے
لے کے اُمید ہر اک قلبِ گنہگار آیا
حق کی تسبیح سے راتوں کی فضائیں گونجیں
صبح کا نُور لئے مہرِ ضیا بار آیا
لاکھ بار اُس پہ دُرود اور محبّت کے سلام
بن کے جو مہر و محبّت کا عَلمدار آیا
اخترِ زار پہ بھی ایک تلطّف کی نظر
یہ گنہگار بھی بن کر ہے طلب گار آیا

(جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

دُعا کی اہمیت

(مکرم شمشاد احمد قمر صاحب۔ مربی سلسلہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی)

ایک نیک اور متقی بزرگ کا واقعہ ہے ایک دفعہ ان کی طرف سرکاری سمن آیا جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ پر بعض لوگوں کی طرف سے ایک الزام لگایا گیا ہے، اس کی جواب دہی کے لئے آپ فوراً حکومت کے سامنے حاضر ہوں، وہ یہ سن کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے مگر چونکہ سرکاری سمن تھا وہ چل پڑے۔ دوران سفر دس بیس میل کے فاصلے پہ ایک جنگل سے گذر رہے تھے کہ شدید آندھی آ گئی، اندھیرا چھا گیا، آسمان پر بادل اُمڈ آئے اور بارش شروع ہوگئی۔ دُور دُور تک آبادی کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ صرف چند جھونپڑیاں اس جنگل میں نظر آئیں وہ ایک جھونپڑی کے قریب پہنچے اور آواز دی کہ اگر اجازت ہو تو اندر آجاؤں۔ اندر سے آواز آئی کہ آجایئے۔ انہوں نے گھوڑا باہر باندھا اور اندر چلے گئے۔ دیکھا تو ایک اپاہج شخص چارپائی پر پڑا ہے۔ اس نے بہت پیار اور محبت سے انہیں اپنے پاس بٹھالیا اور پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے اور آپ کس جگہ سے تشریف لارہے ہیں؟ انہوں نے اپنا نام بتایا اور ساتھ ہی کہا کہ بادشاہ کی طرف سے مجھے ایک سمن پہنچا ہے جس کی تعمیل کے لئے میں جارہا ہوں اور میں حیران ہوں کہ مجھے یہ سمن کیوں آیا کیونکہ میں نے کبھی دنیوی جھگڑوں میں دخل نہیں دیا۔ وہ یہ واقعہ سن کر کہنے لگا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ سامان اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے پاس پہنچانے کے لئے کیا ہے۔ میں اپاہج ہوں۔ رات دن چارپائی پر پڑا رہتا ہوں، مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں، لیکن میں نے اپنے دوستوں سے آپ کا کئی بار ذکر سنا اور آپ کی بزرگی کی شہرت میرے کانوں تک پہنچی، میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں کیا کرتا تھا کہ یا اللہ قسمت والے تو وہاں چلے جاتے ہیں، میں غریب مسکین اور عاجز انسان اس بزرگ کے قدموں تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں۔ تو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرما کہ میری ان سے ملاقات ہوجائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سمن کے بہانے اللہ تعالیٰ آپ کو محض میرے لئے یہاں لایا ہے۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر سے آواز آئی بارش ہورہی ہے اگر اجازت ہو تو اندر آجاؤں۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور ایک شخص اندر آیا۔ یہ سرکاری پیادہ تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ آپ اس وقت کہاں جارہے ہیں، وہ کہنے لگا بادشاہ کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے میں فلاں بزرگ کے پاس جاؤں اور ان سے کہوں کہ آپ کو بلانے میں غلطی ہوگئی ہے دراصل وہ کسی اور کے نام سمن جاری ہونا چاہئے تھا مگر نام کی مشابہت کی وجہ سے وہ آپ کے نام جاری ہوگیا۔ اس لئے آپ کے آنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات سن کر وہ اپاہج مسکرایا اور اس نے کہا دیکھا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ محض میرے لئے یہاں لایا ہے۔ سمن محض ایک ذریعہ تھا جس کی وجہ سے آپ میرے پاس پہنچے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ دل و جان سے خدا پر ایمان لاتے ہوئے، اُس سے محبت کرتے ہوئے اُس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے اُس سے دُعا کریں گے تو خدا تعالیٰ اُن کی دُعاؤں کو جو اُن کے حق میں بہتر ہوں گی قبول فرمائے گا۔ اور اُنہیں ترقی کی راہوں پر گامزن کردے گا۔ فرمایا

ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المؤمن:61) کہ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ پھر فرمایا:

وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَ لۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ۔ (البقرہ:187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

یہ آیات دُعا کی اہمیت کو خوب واضح کر رہی ہیں۔ لیکن عام طور پر بعض لوگ اپنی کم علمی کے باعث یہ شکوہ کر دیتے ہیں کہ بہت دُعا کی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ اس سلسلے میں واضح رہے کہ خدا نے ہر دُعا قبول کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسی دُعا قبول ہو گی جو خدا پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے قبولیت کی شرائط کو پورا کرتی ہو گی۔ چنانچہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے جب تک وہ قطع رحم اور گناہ کے متعلق نہ ہوں۔ مگر اس صورت میں نہیں کہ وہ جلدی کرے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! جلدی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ میں نے بڑی دُعا کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دُعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر وہ دُعا سے تھک جاتا ہے اور دُعا چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (مسلم کتاب الذکر والدّعا)

غرض دُعا کی قبولیت کیلئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور یقین رکھے اور مایوسی کو قریب بھی نہ پھٹکنے دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ضمن میں فرمایا:

”قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہر ایک دعا تمہاری مرضی کے موافق قبول کروں گا۔ بے شک یہ ہم مانتے ہیں کہ قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) لیکن ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اسی قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ (البقرہ:156)

کہ ہم تمہیں خوف اور بھوک سے ضرور آزمائیں گے)......اس وقت صادق اور مومن کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نہایت اخلاص اور انشراح صدر کے ساتھ خدا کی رضا کو مقدم کر لیتا ہے اور اس پر خوش ہو جاتا ہے۔ کوئی شکوہ اور بدظنّی نہیں کرتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۔ ”پس صبر کرنے والوں کو بشارت دو“۔ (ملفوظات جلد دوم ایڈیشن 2003، قادیان صفحہ 296،297)

پھر حضورؑ فرماتے ہیں:

”اور یہ بھی یاد رہے کہ دُعا کرنے میں صرف تضرّع کافی نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دُعا کرتا ہے یا جس کے لئے دُعا کی گئی ہے اُس کی دنیا اور آخرت کیلئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دُعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے۔ اور اس کے پُورا کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دے۔ یا ایک زہر جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس کو کھلا دے تو یہ سوال اس بچہ کا ہرگز اُس کی ماں پورا نہیں کرے گی۔ اور اگر پورا کر دیوے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جاوے لیکن کوئی عضو اس کا بے کار ہو جاوے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اس احمق والدہ کا سخت شاکی ہو گا اور بجز اس کے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اُس وقت تک دُعا کو دُعا نہیں کہہ سکتے“۔ (برکات الدّعا، روحانی خزائن۔ جلد 6، صفحہ 13،14)

پھر فرمایا:

”میرا صدہا مرتبہ کا تجربہ ہے کہ خدا ایسا کریم و رحیم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے“۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 40)

پس قبولیت دعا کا بھید جاننے کیلئے اس آیت کی گہرائی کو سمجھنا ضروری ہے کہ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کہ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ میرے متعلق سوال کرتا ہے یعنی خدا کی محبت میں مضطرب اور بے چین ہو کر اس کو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک اور مقام پہ فرماتا ہے کہ وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) کہ جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کی اپنی طرف آنے والے راستوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اس آیت میں دعاؤں کی قبولیت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جو لوگ ہم میں ہو کر اور ہم سے مدد مانگتے اور دعائیں کرتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جد وجہد کرتے ہیں ہم ان کے مقاصد کے حصول کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں۔ اور ناممکن دکھائی دینے والی باتیں بھی ان کے لئے ممکن ہو جاتی ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 695)

چنانچہ جب ایسی نیک اور بزرگ ہستیاں خدا میں ہو کر یہ مقام حاصل کر لیتی ہیں تو ایسے انبیاء و اولیاء سے خوارق عادت معجزات رونما ہوتے ہیں اور یہ معرفت کا وہ مقام ہے جسے انبیائے کرام اور اولیاء اللہ نے غیر معمولی دعاؤں کے ذریعہ حاصل کیا، ان کی دعائیں عام دعائیں نہیں بلکہ ایسی دعائیں بن جاتی ہیں جو دنیا میں انقلاب برپا کر دیا کرتی ہیں۔ ہر مومن کو خدا سے ایسا تعلق پیدا کر کے اپنی دعا کو اس مقام تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وہ دعا کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت

ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں۔ تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سُست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدّل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اُس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔ غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اُس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرتِ احدیّت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے۔ اور اسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے اور رُوح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلّقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے اور اُس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلّی کھو دیتی ہے اور اپنے نقشِ وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے"۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن۔ جلد 20۔ صفحہ 222 تا 224)

پس یہ دعا ہی تھی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکال لیا۔ یہی دعا تھی جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابل پر آگ کو بے اثر کر دیا۔ جس نے نمرود جیسے بادشاہ کا غرور خاک میں ملا دیا۔ اسی دعا نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کو پوری قوم کو نیست و نابود کر دینے والے تباہ کن سیلاب سے ایک کشتی میں بچا لیا۔ یہ دعا ہی تھی جس سے حضرت موسیٰؑ کا عصا ساحروں کے مقابل پر اژدھا نظر آنے لگا۔ اسی دُعا کے اثر سے فرعون جیسا ظالم اور متکبر بادشاہ بھی اٰمَنۡتُ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (یونس: 91) کہنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی دعا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب سے بچایا اور آپ کی ایلی ایلی لما سبقتنی کی صداؤں نے بظاہر یقینی موت کو شکست دے کر کشمیر کی وادیوں میں ایک نئی زندگی عطا کی اور سب سے بڑھ کر بقول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام "وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اللھم صل وسلم و بارك عليه و اٰلهٖ بعد دهمّه و غمّه و حزنهٖ لهٰذه الامّة وانزل عليه انوار رحمتك الى الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے"۔

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10، 11)

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

اک سے ہزار ہوویں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کے بھتیجے عزیزم طارق الیاس (حال مقیم فرانکفرٹ جرمنی) ابن مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ اور بھتیجی عزیزہ خلت منیر بنت مکرم محمد ادریس منیر صاحب کو دوسرا بیٹا عطا فرمایا، الحمد للہ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عزیز نومولود کا نام 'عاذِب احمد' عطا فرمایا ہے۔

(محمد داؤد منیر ابن مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب مرحوم۔ Houston امریکہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عرصہ سولہ سال بعد مؤرخہ 26 فروری 2021ء کو ہمیں اولاد کی نعمت سے نوازا ہے۔ نومولود 'عمر خان' وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہے اور مکرم سلطان شیر خان صاحب مرحوم سابق انسپکٹر انصار اللہ ربوہ پاکستان کا پوتا اور مکرم ارشاد احمد خان صاحب مربی سلسلہ ربوہ کا بھتیجا ہے۔

(طفیل احمد خان۔ Betzdorf)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود بچوں کو جماعت کے لئے مفید خادمِ دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے نیز دنیا و آخرت کی حسنات سے نوازے، آمین۔

قرآنِ کریم کی تاثیرات

(مکرم جری اللہ صاحب مربی سلسلہ و اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری جرمنی)

تاریخ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ مخالفین نے قرآن کریم کی تلاوت کو سنا اور ان کے دلوں پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ ان کی نفرت پیار میں بدل گئی اور ان کا تکبر انکساری میں چنانچہ وہ فوری طور پر ایمان لے آئے یا کم از کم انہوں نے مخالفت کرنا چھوڑ دی۔ جیسا کہ مشہور عرب شاعر لبید نے قرآن کریم کو سنا تو اس کی عظمت کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پر ایسا مجبور ہوا کہ شعر کہنے چھوڑ دئے۔ چنانچہ جب اسے تازہ کلام سنانے کو کہا گیا تو کہنے لگا میں نے جب سے کلام اللہ کی یہ آیت سنی ہے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ میں نے شعر کہنے چھوڑ دئے ہیں۔ (قرطبی، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

سیّدنا حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ ہم سب جانتے ہیں۔ یہ بھی قرآنی تاثیر کا ایک اعجاز تھا۔ ایک وقت تھا جب وہ آنحضور ﷺ کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر کے گھر سے نکلے تھے۔ مگر راستے میں اپنی بہن کے ہاں سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھتے ہی بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ کتنا خوبصورت اور عزّت والا کلام ہے اور بالآخر اسلام قبول کرلیا۔ (قرطبی، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

عتبہ جو قریش کا مشہور سردار تھا قریش کا نمائندہ بن کر آنحضور ﷺ کو سمجھانے کی غرض سے آیا تو آپ ﷺ نے اسے سورۃ حٰم کی ابتدائی آیات سنائیں۔ جب حضور ﷺ سجدہ والی آیت پر پہنچے تو وہ بے اختیار آنحضور ﷺ کے ساتھ سجدے میں شامل ہوا اور کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم! یہ نہ تو شعر ہے نہ کسی کاہن کا کلام ہے اور نہ ہی جادو ہے۔ خدا کی قسم میں نے محمد ﷺ سے ایسا کلام سنا ہے کہ آج تک کبھی ایسا کلام نہیں سنا۔

(حاکم، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ کفار جہاں کہیں دیکھتے تھے کہ کوئی مسلمان تلاوت کر رہا ہے تو شور مچانے لگ جاتے۔ جیسا کہ فرمایا: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

یعنی اور اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کہا کہ اس قرآن پر کان نہ دھرو اور اُس کی تلاوت کے دوران شور کیا کرو تا کہ تم غالب آجاؤ۔ (حٰم السجدۃ:27)

جہاں تک ان لوگوں پر قرآن کریم کی تاثیر کا تعلق ہے جو اس پر صدق دل سے ایمان لائے تھے، اس کی تو بات ہی الگ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

اللہ نے بہترین بیان ایک ملتی جلتی (اور) بار بار دُہرائی جانے والی کتاب کی صورت میں اتارا ہے۔ جس سے ان لوگوں کی جِلدیں جو اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں لرزنے

لگتی ہیں پھر ان کی جِلدیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف (مائل ہوتے ہوئے) نرم پڑ جاتے ہیں۔(الزمر:24)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اُس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے ربّ پر ہی توکل کرتے ہیں۔(الانفال:3)

إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا

جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ (اسے سن کر) کامل فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے ماتھوں کے بل گر جاتے ہیں۔(بنی اسرائیل:108)

یہ ہے قرآن کریم کا اثر کہ جب حقیقی مومن اسے سنتے ہیں تو ان پر ایسی ہی حالت طاری ہو جاتی ہے جس کا ہم میں سے ہر ایک نے تجربہ کیا ہوا ہے۔

آنحضور ﷺ قرآن کریم کی کس طرح تلاوت فرماتے اور آپ ﷺ پر اس کا کیسا گہرا اثر تھا، اس بارہ میں حضرت سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ تلاوت کرتے ہوئے ہر آیت پر وقف کرتے تھے۔سورۃ الفاتحہ میں ہر آیت پر رُکتے یعنی رب العلمین پر، پھر الرحمٰن پر اور پھر الرحیم پر رُک رُک کر تلاوت فرماتے تھے۔(احمد، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل) گویا نبی کریم ﷺ قرآن کریم کے مضامین میں ڈوب کر تلاوت کرتے تھے اور اس کے گہرے اثرات آپ ﷺ کی طبیعت پر ہوتے تھے۔ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کے بالوں میں سفیدی جھلکنے لگی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! مجھے سورۃ ھود، الواقعہ، المرسلات، النبا اور التکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔(ترمذی، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل) ان سورتوں میں گزشتہ قوموں کا ذکر ہے جن پر خدا تعالیٰ کے احکامات اور اس کے رسولوں کے انکار کی وجہ سے عذاب آیا اور وہ ہلاک ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن کر رسول کریم ﷺ پر ایسی رقت طاری ہوجاتی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ قرآن سناؤ! جب وہ اس آیت پر پہنچے

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:42)

یعنی "پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے۔اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے"۔تو آپ ﷺ ضبط نہ کرسکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ بس کرو۔(بخاری، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

آنحضور ﷺ کی خشیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبد اللہؓ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تلاوت کرتے سنا جو سورۃ مزّمّل کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا یعنی (ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم ہے) تو نبی کریم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔(کنز الاعمال بحوالہ اسوہ انسان کامل)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔آپ ﷺ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے روتے گر گئے۔پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی اور ہر دفعہ آپ ﷺ روتے روتے گر پڑتے۔آخر میں مجھے فرمانے لگے وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے۔

(ابن جوزی، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

ہر وصف کی طرح تلاوت قرآن کریم میں بھی آنحضور ﷺ ہمارے لئے کامل نمونہ ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔(المزمل:5) آنحضور ﷺ نے اس حکم الٰہی پر بھی بکمال عمل فرمایا۔حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ رسول کریم ﷺ کی تلاوت کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ لمبی تلاوت کرتے تھے۔پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر سنائی۔اسے لمبا کیا پھر الرحمٰن کو لمبا کر کے پڑھا اور پھر الرحیم کو۔

(احمد، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

آنحضور ﷺ تلاوت کرتے ہوئے ایک ایک لفظ کو واضح اور جدا کر کے پڑھتے۔سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی یہ آواز کبھی بلند ہو جاتی اور کبھی دھیمی۔کسی نے آنحضور ﷺ سے پوچھا کہ بہترین تلاوت کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو سن کر آپ کو احساس ہو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

آنحضور ﷺ کا قرآن کریم سے ایسا عشق تھا کہ روز و شب قرآن کریم کی آیات آپ کی زبان مبارک پر رہتیں۔حضرت عائشہؓ کی ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ رات سونے سے قبل آخری تین سورتوں کی تلاوت کر کے ہاتھوں میں پھونکتے اور اپنے جسم پر پھیرتے۔(بخاری، ماخوذ کتاب اسوہ انسان کامل)

چنانچہ ہمارے پیارے آقا سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اپنے جسموں پر اور اپنی اولادوں کے جسموں پر بھی ان سورتوں کو پڑھ کر ہاتھ پھیرنے چاہئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم ہماری روحانی حالت کو صرف دس دن میں تبدیل کرسکتا ہے۔یعنی اگر کوئی شخص منفی خیالات رکھتا ہو یا پھر غیر اخلاقی اعمال میں جکڑا ہوا ہو تو اسے چاہئے کہ دس دن قرآن کریم کی تلاوت کرے اور اپنی روحانیت میں بہتری پیدا ہونے کا خود تجربہ کرے۔

پس چاہیے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا جائزہ لے کہ کیا وہ روزانہ تلاوتِ قرآن کریم کرتا ہے۔ہم سب جانتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ اور بہتر چیز جو ہم سب کے گھروں میں موجود ہے وہ قرآن کریم ہی ہے۔لیکن صرف موجود ہونے سے فائدہ نہیں ہے جب تک ہم اسے استعمال میں نہ لائیں۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"اگر کسی کے پاس بہتر سے بہتر چیز ہو لیکن وہ استعمال نہ کرے تو اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔کنواں موجود ہو لیکن ہم پانی نہ پئیں تو کس طرح پیاس بجھ سکتی ہے۔پس یہ اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو تمہارے پاس موجود ہے یہ اسی صورت میں مفید ہوسکتی ہے جبکہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ"۔(فضائل القرآن، صفحہ 114)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرنے اور اس کے مضامین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تعارف کتب

نوید حمید

برکات الدّعا

اس کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت مکرمہ ڈاکٹر ساجدہ محمود صاحبہ (حال سویڈن) کے حصہ میں آئی، فجزاہ اللہ تعالیٰ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ بیان فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ اور انسان کے درمیان زندہ تعلق قائم ہو اور انسان اپنے حقیقی خالق کی شناخت کر سکے۔ اس کا اہم ترین ذریعہ قبولیت دعا ہے جسے حضور علیہ السلام نے ایک نشان کے طور پر دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ چنانچہ آپ کی قبولیتِ دعا کے لاتعداد نشانات ظاہر ہوئے جنہیں دیکھ کر آپ کے متبعین نے خدا تعالیٰ کی معرفت اور اپنے یقین و ایمان میں ترقی حاصل کی۔ اسی لیے حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا تھا کہ

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ بعض فلسفیانہ خیالات اور جدید سوچ کے پیروکار دعا کی حقیقت اور اس کی تاثیر سے عملاً انکاری تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ 1893ء میں پیش آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمانانِ ہند میں تعلیمی بیداری کے علمبردار جناب سرسیّد احمد خان صاحب کی کتابوں کے بارے میں علم ہوا جن میں انہوں نے دعا کی حقیقت نیز تفسیر قرآن کریم کے اصولوں پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک قبولیتِ دعا کا تعلق ہے تو

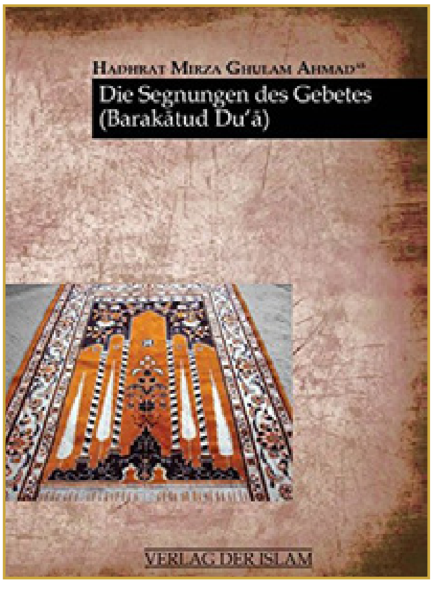

اس بارے میں سرسیّد موصوف نے لکھا کہ قبولیتِ دعا کی حقیقت یہی ہے کہ اضطراری کیفیت جاتی رہے اور انسان کو صبر و استقلال حاصل ہو جائے۔ بالفاظ دیگر انہوں نے قبولیت دعا کی حقیقت سے انکار کیا۔ لیکن دعا اور قبولیت دعا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ثبوت انبیائے کرام اور کروڑوں صالحین کی زندگیوں سے ملتا ہے نیز بہت سے معجزات کی بنیاد بھی درحقیقت قبولیت دعا ہی ہے۔ لہٰذا حضور اقدس علیہ السلام نے ان غلط خیالات کے ردّ اور درست عقائد کی وضاحت کے لیے ایک رسالہ "برکات الدعا" تحریر فرمایا۔ آپ نے نہ صرف دعا کے حق میں دلائل پیش کیے بلکہ لیکھرام کے متعلق دعا اور پیشگوئی جو سرسید احمد خان کی زندگی میں لیکھرام کی ہلاکت کی صورت میں پوری ہوئی اور قبولیتِ دعا کا نشان ثابت ہوئی۔ نیز دعا کے اثر کا ثبوت دینے کے لیے آپ نے فرمایا:

"اگر سیّد صاحب اپنے اس غلط خیال سے توبہ نہ کریں اور یہ کہیں کہ دعاؤں کے اثر کا ثبوت کیا ہے تو میں ایسی غلطیوں کے نکالنے کے لیے مامور ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت سیّد صاحب کو اطلاع دوں گا اور نہ صرف اطلاع بلکہ چھپوا دوں گا مگر سیّد صاحب ساتھ ہی یہ بھی اقرار کریں کہ بعد ثابت ہو جانے میرے دعویٰ کے اس غلط خیال سے رجوع کریں گے"۔ (برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد 6 ص 12)

سرسیّد کا دوسرا رسالہ جس کا حوالہ برکات الدعا میں ہے وہ ہے تحریر فی اصول التفسیر۔ اس میں سرسیّد مرحوم نے اپنے دوست حریف سے تفسیر قرآن کے اصول مانگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ خدمت بھی میں ہی کر دیتا ہوں کیونکہ بھولے کو راہ دکھانا سب سے پہلے میرا فرض ہے۔ آپ نے تفسیر کے سات معیار تحریر فرمائے جن میں سے خاص خاص یہ تھے کہ قرآن کریم

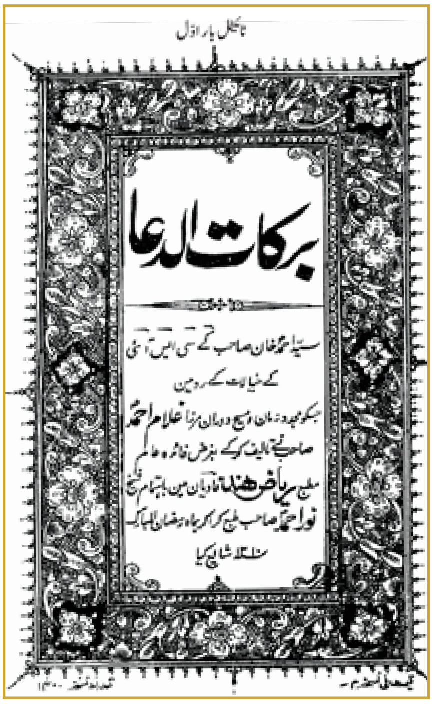

کی تفسیر کا ثبوت اوّل قرآن کریم سے ہی دینا چاہیے۔ دوسرا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی آیات کی جو تفسیر فرمائی ہے ان کو مدّنظر رکھنا چاہیے۔ اسی طرح صحابہ کرام کی تفسیر کو دیکھنا چاہیے۔ مزید یہ کہ عربی صَرف و نحو کے اصول نیز خدا کی طرف سے عطا کردہ کشف و الہام بھی قرآن کریم کی تفسیر کے لئے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ساتھ ہی حضور اقدس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ سرسیّد موصوف ان میں سے اکثر معیاروں سے محروم ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ روحانی خزائن جلد 6 کتاب برکات الدعا کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فرقہ کی جن کے قائد سرسیّد مرحوم تھے ان آراء زائفہ اور خیالاتِ باطلہ کا ردّ فرمایا جو فلسفۂ مغرب سے متاثر ہو کر اور آیاتِ قرآنیہ کی دُور از کار تاویلات کر کے انہوں نے اختیار کئے تھے۔ اگرچہ وہ اپنے خیال میں اسلام کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ناواقفی سے درحقیقت وہ اسلام کی جڑ پر تبر چلا رہے تھے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک طرف ایسے مسلمانوں کو ان کی غلطیوں پر متنبّہ کیا اور دوسری طرف دشمنانِ اسلام کو روحانی مقابلہ کے لئے للکارا اور اسلام کی صداقت اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کیا"۔

رمضان اور مذاہب عالم

(رحمت اللہ بندیشہ مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

اسلام ایسا دین ہے کہ اس کی تعلیم میں گزشتہ تمام مذاہب کی اعلیٰ قدریں اور نیک روایات شامل ہیں، روزہ کی عبادت بھی انہی میں سے ایک ہے جس کا ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں تذکرہ ملتا ہے۔ دراصل یہ نظام فطرت ہے کہ جسمانی خوراک جس قدر کم کی جائے اسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے پس روح کو جلا بخشنے کے لئے اور اس کی طاقتوں کو بڑھانے کے لئے ہر مذہب میں روزہ کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے جہاں روزوں کی فرضیت کا حکم دیا وہاں یہ حقیقت بھی بیان کی، فرمایا:

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

(البقرۃ:184) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس حقیقت کو انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا میں تسلیم کیا گیا ہے جہاں Fasting کے تحت لکھا ہے:

It would be difficult to name any religious system of any description in which it is wholly unrecognized

یعنی دنیا کا کوئی بھی باقاعدہ مذہب نہیں جس میں روزہ کا حکم نہ ملتا ہو۔ لکھتے ہیں کہ روزہ کے اصول اور طریقے گو آب وہوا، قومیت، تہذیب اور گردوپیش کے حالات کے اختلافات سے بہت کچھ مختلف ہیں لیکن بمشکل کسی ایسے مذہب کا نام ہم لے سکتے ہیں جس کے مذہبی نظام میں روزہ مطلقاً تسلیم نہ کیا گیا ہو۔ روزہ ایک مذہبی رسم کی حیثیت سے ہر جگہ موجود ہے۔ (جلد10 صفحہ192)

ہندو مذہب کو سب سے زیادہ قدامت کا دعویٰ ہے۔ لیکن برت یعنی روزہ سے وہ بھی آزاد نہیں۔ ہر ہندی مہینہ کی گیارہ بارہ کو برہمنوں پر اکاشی کا روزہ ہے۔ اس طرح ان کے سال میں چوبیس روزے ہوئے۔ بعض برہمن کا تک کے مہینے میں ہر دو شنبہ کو روزہ رکھتے ہیں۔ ہندو جوگی چلہ کشی کرتے ہیں۔ یعنی 40دن تک اکل وشرب سے احتراز کرتے ہیں۔ ان میں اَور بھی کئی قسم کے برت پائے جاتے ہیں اور ہر قسم کے برت کے متعلق الگ الگ شرائط اور قیود ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان کی کتاب ”دھرم سندھو“ میں پایا جاتا ہے۔

اسی طرح جینی دھرم والے بھی چالیس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ قدیم مصریوں میں بھی روزہ دکھائی دیتا ہے۔ یونان میں صرف عورتیں تھیوفیریا کی تیسری تاریخ کو روزہ رکھتی تھیں۔ پارسی مذہب کی الہامی کتاب سے بھی ثابت ہے کہ ان پر روزہ فرض تھا خصوصاً مذہبی پیشواؤں کے لئے پنج سالہ روزہ ضروری تھا۔ اسی طرح کنفیوشس نے اپنے پیروؤں کو روزہ رکھنے کی تلقین کی تھی۔

بنی اسرائیل میں روزہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی پر یہ وحی کی کہ اپنی قوم کو بتلا کہ جو بندہ بھی اللہ کی رضا جوئی کی خاطر روزے

رکھے گا میں اس کے بدن کی صحت اچھی کر دوں گا اور اس کو بہت زیادہ اجر دوں گا۔ (کنزالعمال)

پس یہودیوں میں بھی روزے فرض تھے۔ بقول بائبل حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر گئے تو چالیس دن کا روزہ رکھا۔ (خروج باب 34)

''سو وہ (یعنی موسیٰ) چالیس 40 دن اور چالیس رات وہیں خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی اور نہ پانی پیا''۔(خروج باب 34 آیت 28)

اسی طرح احبار باب 16 آیت 29 سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو ایک روزہ رکھنا یہود کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل ہمیشہ یہ روزے رکھتے رہے اور انبیاء بنی اسرائیل بھی اس کی تاکید کرتے رہے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں:

''میں نے تو ان کی بیماری میں جب وہ بیمار تھے ٹاٹ اوڑھا اور روزے رکھ رکھ کر اپنی جان کو دُکھ دیا''۔ (زبور باب 35 آیت 13)

یسعیاہ نبی فرماتے ہیں: ''دیکھو تم اس مقصد سے روزہ رکھتے ہو کہ جھگڑا رگڑا کرو اور شرارت کے مکے مارو پس اب تم اس طرح کا روزہ نہیں رکھتے ہو کہ تمہاری آواز عالم بالا پر سُنی جائے''۔(یسعیاہ باب 58 آیت 4)

دانی ایل فرماتے ہیں:''میں نے خداوند خدا کی طرف رخ کیا اور میں منت اور مناجات کر کے اور روزہ رکھ کر اور ٹاٹ اوڑھ کر اور راکھ پر بیٹھ کر اُس کا طالب ہوا''۔ (دانی ایل باب 9 آیت 3)

یو ایل نبی فرماتے ہیں:''خداوند کا روزِ عظیم نہایت خوفناک ہے۔ کون اس کی برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن خداوند فرماتا ہے اب بھی پورے دل سے اور روزہ رکھ کر اور گریہ و زاری و ماتم کرتے ہوئے میری طرف رجوع لاؤ اور اپنے کپڑوں کو نہیں بلکہ دلوں کو چاک کر کے خداوند اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ وہ رحیم و مہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے''۔

(یوایل باب 2 آیت 11 تا 13)

یہود حضرت موسیٰ کی پیروی میں چالیس دن روزے رکھنا اچھا سمجھتے ہیں لیکن چالیسویں دن کا روزہ جو تشرین کی دس تاریخ کو آتا ہے جسے عاشورہ کا روزہ کہتے ہیں وہ ان پر فرض تھا۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے دس احکام بھی ملے تھے۔ اسی لئے تورات میں اس دن روزے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔(احبار 12/29)

انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی جنگل میں چالیس دن کے روزے رکھے۔ (متی 4/2)

یہود نے مختلف زمانوں میں مختلف واقعات کی یاد میں بہت سے روزے بڑھا لئے تھے اور زیادہ تر غم کے روزے رکھتے تھے۔ اس غم کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی ظاہری صورتیں بھی غمگین اور اداس بنا لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں ان مصنوعی روزوں کو منع کر دیا۔ آپ حواریوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تا کہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو تا کہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے۔ اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں تجھے دیکھتا ہے تجھے اس کا بدلہ ملے گا''۔(متی 4/16)

ایک دوسرے موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ایک بد روح نہ نکال سکے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم اسے کیوں نہ نکال سکے تو آپ نے فرمایا۔ یہ جنس سوائے دعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے نہیں نکل سکتی۔ (متی 17/21)

اہل عرب بھی روزہ سے کچھ نہ کچھ مانوس تھے۔ چنانچہ مکہ کے قریش جاہلیت کے دنوں میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور خصوصاً جس روز خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا۔ مدینہ میں بھی ماہ محرم کو عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ 10 محرم کو کیوں روزہ رکھتے ہیں تو بتایا گیا کہ دس محرم کو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی تھی اس لئے اس کے شکرانہ میں یہودی روزہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہم مسلمان ان یہودیوں کی نسبت حضرت موسیٰؑ سے زیادہ قریب ہیں اور اس کے زیادہ حق دار ہیں اس لئے اے مسلمانو! تم بھی عاشورہ کا روزہ رکھا کرو بلکہ مدینہ تشریف لانے کے بعد محرم آیا تو دسویں محرم کو حضورؐ نے دن کے وقت مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں اعلان کروایا کہ جس نے آج صبح طلوعِ فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہیں وہ شام تک کچھ نہ کھائے اور عاشورہ کا روزہ مکمل کرے اور جس نے کھا پی لیا ہے وہ بعد میں روزہ رکھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے فرض ہونے تک عاشورہ کا روزہ مسلمانوں میں باقاعدگی سے رکھا گیا۔ رمضان فرض ہوا تو پہلے جیسی توجہ اس کی طرف نہ رہی۔(بخاری و مسلم کتاب الصوم)

پس یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں روزہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ آنحضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میری امت کو جو روزہ کے فضائل عطا ہوئے ہیں وہ گزشتہ کسی امت کو نہیں دیئے گئے۔ یہ فضیلت صرف امتِ محمدیہ کے حصہ میں آئی ہے اس سے دو باتوں کا علم ہوتا ہے۔

الف۔ اسلام کی طرح گزشتہ اقوام میں بھی روزے تھے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

ب۔ اسلامی روزہ کو باقی تمام ملّتوں کے روزوں پر ہر لحاظ سے فوقیت ہے۔

بے شک تمام مذاہب میں روزوں کا ذکر ملتا ہے لیکن ان قواعد وضوابط اور ایسی تفصیل اور معین احکام کے ساتھ نہیں ملتا۔ جیسا کہ اسلام نے روزہ کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے۔ اسلام نے روزے کے ہر پہلو کو خوب کھول کھول کر اور پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نہ صرف روزے کے طور طریق کو بلکہ اس کی حکمتوں اور فوائد کو بھی اور روزے کی راہ میں جو جو رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں ان پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اسی لئے اسلامی شریعت کے بارے میں ہی اکمال اور اتمام کے الفاظ اختیار فرمائے گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی خیر نہ رکھتا۔ مگر اس نے خیریں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا"۔(ملفوظات جلد 4 صفحہ 258)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر جلد دوم میں قرآنی آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرة:184) کے تحت اس کی بابت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چند اہم نکات حسب ذیل ہیں:

"خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ روزے ایسی نیکی، ثواب اور قربانی ہیں جن میں سارے ہی ادیان شریک ہیں۔ اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کیا ہے۔ پھر کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ جس کے حصول کے لئے ساری قومیں کوشش کرتی رہی ہیں تم اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ اگر یہ کوئی نیا حکم ہوتا اگر روزے صرف تم پر ہی فرض ہوتے تو تم دوسرے لوگوں سے کہہ سکتے تھے کہ تم اسے کیا جانو۔ تم نے تو اس کا مزہ ہی نہیں چکھا۔ لیکن وہ لوگ جو اس دروازہ میں سے گذر چکے ہیں۔ اور جو اس بوجھ کو اٹھا چکے ہیں انہیں تم کیا جواب دو گے۔ غرض مسلمانوں کی غیرت اور ہمت بڑھانے کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے بلکہ پہلی قوموں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔ اور ان قوموں نے اپنی طاقت کے مطابق اس حکم کو پورا کیا تھا"۔

حضورؓ نے مختلف اقوام و مذاہب میں روزوں کی مختلف صورتوں پر یوں نظر ڈالی:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ روزوں کی شکل میں اختلاف تھا اور وہ اختلاف آج تک نظر آتا ہے۔ کہیں اس قسم کے روزے ہوا کرتے تھے جنہیں وصال کہتے ہیں کہ درمیان میں سحری نہ کھانا۔ اس قسم کے روزوں میں صرف شام کے وقت روزہ کشائی کی جاتی اور دوسری سحری نہ کھا کر متواتر آٹھ پہر روزہ رکھا جاتا۔ کہیں ایسے روزے ہوتے کہ روزہ کشائی بھی نہ ہوتی اور تین تین چار چار پانچ پانچ دن متواتر روزہ رکھا جاتا۔ ایسے روزے بھی پائے جاتے ہیں جن میں لوگوں کو ہلکی غذا کھانے کی اجازت دی گئی ہے مگر ٹھوس غذاؤں سے منع کیا گیا ہے جیسے ہندوؤں یا عیسائیوں میں روزے ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کے روزوں کے متعلق تو عام طور پر مشہور ہے کہ ان کا روزہ یہ ہوتا ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز نہیں کھانی۔ اس کے علاوہ اگر وہ کئی سیر آم، کیلے، اور نارنگیاں وغیرہ کھا جائیں تو ان کے روزہ میں فرق نہیں آتا۔ روٹی اور سالن کو چھوڑ کر باقی جو چیز چاہیں کھالیں۔

پھر اس سے بھی آسان روزے رومن کیتھولک عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں۔ آخر انہوں نے بھی کسی مذہبی روایت کی بنا پر ہی یہ روزے رکھنے شروع کئے ہوں گے یا کسی حواری سے کوئی بات پہنچی ہوگی اُن کا روزہ یہ ہوتا ہے کہ گوشت نہیں کھانا۔ اگر وہ آلو اُبال کر یا کدو کا بھرتہ بنا کر اس کے ساتھ روٹی کھالیں تو ان کا روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ اگر گوشت کی بوٹی ان کے معدہ میں چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے"۔

اس اختلاف کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پس روزوں کے متعلق بھی مختلف اقوام میں اختلاف پائے جاتے ہیں۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں ان احکام میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں بھی پوشیدہ ہونگی۔ مثلاً جو قومیں کثرت سے گوشت کھانے والی ہوں وہ ان اخلاق سے رفتہ رفتہ محروم ہو جاتی ہیں جو سبزی کے استعمال کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اخلاقی اصلاح کے لئے اور انہیں یہ بتانے کے لئے کہ سبزی بھی غذا میں ضروری ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا ہو کہ ہفتہ میں کم از کم ایک دن تم پر ایسا آنا چاہیے جب تم گوشت نہ کھاؤ۔ تو یہ نہایت پُر حکمت روزہ ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے ہماری غذا کے متعلق یہ ایک عام حکم دے دیا ہے کہ گوشت بھی کھاؤ اور سبزیاں بھی کھاؤ۔ آگ پر پکی ہوئی چیزیں بھی استعمال کرو اور جنہیں آگ نے نہ چُھوا ہو وہ بھی استعمال کرلو۔ غرض ہماری غذا میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی احتیاطیں جمع کر دی ہیں۔ لیکن پہلی قوموں کے لئے ممکن ہے اس قسم کی احتیاطیں ناقابلِ برداشت پابندیاں ہوں۔ اور ان کے اخلاق کی اصلاح کے لئے اس قسم کے روزے تجویز کئے گئے ہوں۔ مثلاً وہ قومیں جو جنگی ہوتی ہیں اور جن کا شکار پر گذارہ ہوتا ہے وہ ایک عرصہ تک گوشت کھانے کی وجہ سے ایسے اخلاق سے عاری ہو جاتی ہیں جو سبزی کھانے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دے دیا گیا ہو کہ وہ ہفتہ میں ایک دن گوشت کھانا چھوڑ دیں تو یقیناً یہ روزہ ان کے لئے بہت مفید تھا۔

غرض روزہ روحانی ترقی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو تمام مذاہب میں مشترک طور پر نظر آتا ہے اور تمام اُمتیں روزوں سے برکتیں حاصل کرتی رہی ہیں۔ بلکہ آجکل تو ایک نئی قسم کا روزہ نکل آیا ہے کہ اگر کسی سے جھگڑا ہو تو کھانا پینا چھوڑ دیا۔ گاندھی جی نے انگریز کے مقابلہ میں اسی قسم کے کئی مرن برت رکھے تھے۔ بہرحال مذاہب کی ایک لمبی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جس کی اہمیت مذہبی دنیا میں ہمیشہ تسلیم کی جاتی رہی ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جس صورت اور شکل میں اسلام نے اس کو پیش کیا ہے وہ باقی مذاہب سے نرالی ہے۔ اسلام میں روزوں کی یہ صورت ہے کہ ہر بالغ عاقل کو برابر ایک مہینہ کے روزے رکھنے کا حکم ہے سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص بیمار ہو یا اُسے بیماری کا یقین ہو یا سفر پر ہو یا بالکل بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہو۔ ایسے لوگ جو بیمار ہوں یا سفر پر ہوں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھیں۔ اور جو بالکل معذور ہو گئے ہوں ان کے لئے کوئی روزہ نہیں"۔

(تفسیر کبیر جلد 2۔صفحہ نمبر 370 تا 374)

اللہ کرے ہم میں سے ہر ایک رمضان کی نعمتوں سے پوری طرح مستفیض ہو، آمین۔

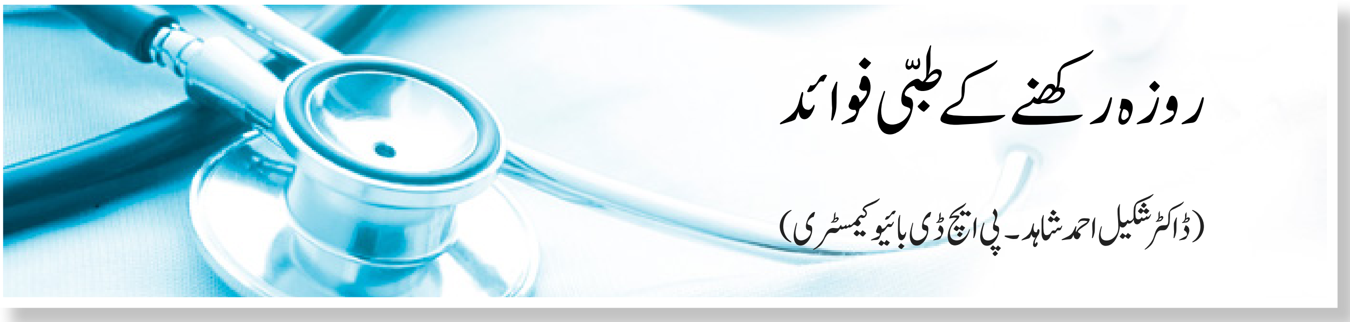

روزہ رکھنے کے طبّی فوائد

(ڈاکٹر شکیل احمد شاہد۔ پی ایچ ڈی بائیوکیمسٹری)

رمضان کے روزے جہاں انسان کی روحانی صحت اور نشوونما کے لئے اہمیت کے حامل ہیں وہاں درجنوں جسمانی فوائد ایسے ہیں جن کا روزہ رکھنے سے براہ راست تعلق ہے۔ روزوں کے فوائد سے متعلق جتنی آگہی آج سائنس کی بدولت دنیا پر آشکار ہورہی ہے ویسی پہلے شاید کبھی نہ تھی۔ بہت سے مذاہب اور تہذیبوں میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں رائج رہا ہے. سینکڑوں سال قبل کے سکالرز اور ماہر اطبا اس کے فوائد کو قبول کر چکے ہیں۔ روزہ نہ صرف یہ کہ امراضِ قلب، کینسر، موٹاپے اور ذیابیطس سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے بلکہ ذہنی و جسمانی تندرستی کا بھی ضامن ہے۔ ان فوائد کو جاننے کے لئے درج ذیل امور کو سمجھنا ہوگا۔

Insulin

ہر غذا کھانے کے بعد ہمارے خون میں گلوکوز لیول جسے شوگر لیول بھی کہتے ہیں بڑھ جاتا ہے، قطع نظر اس سے کہ کھانا نمکین تھا یا میٹھا۔ گلوکوز ہمارے جسم کے لئے ویسی ہی حیثیت رکھتا ہے جیسے گاڑیوں کے لئے پیٹرول یا ڈیزل وغیرہ۔ جسم کے ہر خلیہ اور عضو کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے اسی گلوکوز کی فراہمی درکار ہوتی ہے۔ تاہم ضرورت سے زائد شوگر لیول رفتہ رفتہ بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔ اسے ایک حد میں رکھنے کے لئے Pancreas یعنی لبلبہ ایک ایسا ہارمون بناتا ہے جو خون میں شامل ہو کر خلیوں کو حکم دیتا ہے کہ خون میں موجود شوگر کو جذب کریں اور توانائی کے لئے استعمال کریں۔ اس ہارمون کو انسولین (Insulin) کہتے ہیں۔ یہ انسولین ہی ہے جو بلڈ شوگر لیول کو کنٹرول کرتی ہے۔

انسولین ریسسٹنس اور ذیابیطس

تاہم ایسا بھی ہوتا ہے کہ خلیے انسولین کی بات ماننے سے انکار کردیں۔ خلیوں کے دائرہ اطاعت سے باہر نکلنے کے اس عمل کو سائنسی اصطلاح میں انسولین ریسسٹنس کہتے ہیں۔ پینکریاس یہ دیکھ کر مزید انسولین خون میں بھیجتا ہے تاکہ جلد از جلد خون میں زائد شوگر کو کنٹرول کیا جاسکے۔ اگر انسان میٹھی چیزوں کا استعمال زیادہ کرتا رہے اور بلڈ شوگر لیول بڑھا ہی رہے تو پینکریاس زیادہ کام کرنے کے باعث مسائل سے دوچار ہوجاتا ہے اور بالآخر یا تو انسولین بنانا بالکل چھوڑ دیتا ہے (type 1 diabetes) یا اس قدر قلیل مقدار میں بنا سکتا ہے جو ضروریات کو پورا نہ کرسکے (type 2 diabetes)۔ اس صورتحال کو طبّی اصطلاح میں ذیابیطس یا عرفِ عام میں شوگر ہوجانا کہتے ہیں۔ پہلی قسم کے ذیابیطس میں مریض کو انجیکشن کے ذریعہ انسولین لینا پڑتی ہے جبکہ دوسری قسم کے مریض خوراک اور مناسب ورزش کے ذریعہ بلڈ شوگر کو کنٹرول کرسکتے ہیں۔

روزہ اور ذیابیطس

انسولین ریسسٹنس پیدا کرنے والے چند ایک محرکات یہ ہیں۔ ضرورت سے زیادہ کھانا، جسم میں چربی کی زیادہ مقدار خصوصاً پیٹ کے گرد، میٹھے کا زیادہ استعمال، کاہلی یعنی ورزش نہ کرنا۔ اس سے نپٹنے میں جہاں اچھا صحت مند طرزِ زندگی، ورزش، متوازن غذا شامل ہے وہاں روزہ رکھنا بے حد مفید ہے۔ روزے کی حالت میں بلڈ شوگر اچھی طرح سے استعمال ہوجاتی ہے۔ پینکریاز کو زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا اور خون میں انسولین کی مقدار بھی کم ہوجاتی ہے۔ جسم یہ سمجھ کر کہ قحط کی حالت ہے اور جس سے نپٹنے کے لئے وہ سال ہا سال سے خوراک کو fats یعنی چربی کی شکل میں جسم کے مختلف حصوں میں جمع کرتا رہتا ہے، اسی زائد چربی کو توانائی میں تبدیل کر کے استعمال کرنا شروع کردیتا ہے جس سے جسم کے وزن میں خاطر خواہ کمی آتی ہے۔

یوں روزہ کی بدولت انسان ہزار بیماریوں کی جڑ ذیابیطس اور اس سے پیدا ہونے والے دیگر امراض بشمول امراض قلب، گردہ، دانت، آنکھ، پاؤں اور کینسر سے بچا رہتا ہے۔

بلند فشارِ خون (high blood pressure)

چند دن روزے رکھنے کے بعد جسم کو یقین ہوجاتا ہے کہ کچھ مختلف ہے۔ کیونکہ جہاں پہلے اسے وقفہ وقفہ سے مستقل خوراک مل رہی تھی اب کئی گھنٹوں کے وقفہ کے بعد ملتی ہے۔ جسم ہنگامی کیفیت سمجھ کر چاہتا ہے کہ کم سے کم توانائی خرچ کی جائے۔ نتیجۃً دل کی دھڑکن اور بلڈ پریشر میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ جو صحت پر نہایت مفید نتائج کا باعث بنتے ہیں۔ بلند فشار خون نہ صرف دل کے امراض بلکہ برین اسٹروک کے علاوہ دیگر جسمانی اعضا کو نقصان پہنچاتا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے کہ عام حالات میں جسم توانائی کے لئے گلوکوز کو ایندھن کے طور پر استعمال کرتا ہے اور ضرورت سے زائد کو بینک میں رکھوائی جانے والی رقوم کی طرح fats کی شکل میں جمع کرتا رہتا ہے۔ دراصل انسانی جسم نے ایسا کرنا ہزاروں سالوں پر محیط ارتقائی سفر سے سیکھا ہے۔ ہزاروں سال پہلے کا انسان خوراک کے لئے جنگلی شکار پر انحصار کرتا تھا جو کبھی

ملا تو پیٹ بھر کر کھا لیا اور جب نہ ملا تو کئی کئی دن کے فاقے۔ ان کٹھن حالات سے نپٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے اس خودکار جسمانی نظام نے سیکھ لیا کہ کچھ خوراک کو ہنگامی حالات کے لئے fats کی شکل میں محفوظ کر لیا جائے۔ تا کہ شکار نہ ملنے پر اگر کئی دن بھی گزر جائیں تو جسم ان فیٹس کو توانائی میں تبدیل کر کے اپنی ضرورت پوری کرتا رہے۔

تاہم آج کے دور میں جب امیر ممالک میں رہنے والے افراد کو وافر غذا ہر وقت میسر ہے، ایسے حالات آتے ہی نہیں کہ چربی کے اس محفوظ کردہ ذخیرہ کو استعمال کیا جا سکے۔ اس کے لئے یا تو لوگ سخت ورزش کرتے ہیں یا مختلف طرح کے diet program استعمال میں لاتے ہیں۔ تاہم روزہ رکھنا جسم کو مجبور کر دیتا ہے کہ اس زائد چربی کو استعمال کرنا شروع کر دے۔ یوں انسان نہ صرف موٹاپے سے بچا رہتا ہے بلکہ موٹاپے سے منسلک دیگر امراض بھی اس کے قریب نہیں آتے۔

عام حالات میں خلیوں کو مستقل خوراک مہیا ہو رہی ہوتی ہے مگر روزے کی حالت میں اس سلسلہ کا ٹوٹنا خلیوں کو توانائی حاصل کرنے کے متبادل ذرائع کی طرف مجبور کرتا ہے جو بہت سے جسمانی فوائد کا حامل ہے۔

زہریلے مواد (toxins) سے نجات

گھر میں چند دنوں تک کوڑا جمع رہنے دیا جائے تو اس سے پیدا ہونے والے تعفن کے باعث جینا محال ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ اس تعفن سے جتنی جلدی ممکن ہو نجات حاصل کی جائے۔ بعینہٖ اسی طرح ہمارا جسم بھی کھانوں میں موجود synthetic chemicals اور دیگر زہریلے مادوں، جنہیں toxins کہتے ہیں، سے پریشانی اٹھاتا ہے۔ روزہ انسانی جسم کو اچھی طرح سے ان زہریلے مادوں سے نجات دلاتا ہے۔ آج کے دور میں وہ لوگ جو اپنی صحت سے متعلق بہت حساس ہیں وہ کچھ دنوں تک بہت پرہیز کر کے detox کے نام سے ڈائیٹ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھاری احسان ہے کہ سال بھر میں جسم میں جو توڑ پھوڑ ہوئی ہو اسے اور کینسر کا باعث بننے والے اور toxins جیسے زہروں کے جسم سے اخراج کے لئے رمضان المبارک کے روزے فرض کر دئے۔ ان روزوں کی بدولت جسم احسن رنگ میں مرمتی کام اور زہریلے مادوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ذہنی کارکردگی
(cognitive performance)

کھانا کھانے کے بعد غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ آرام کرے۔ اس کا موجب یہ ہے کہ بھاری مقدار میں کھانا کھایا جائے تو خون کی فراہمی کا رخ معدے کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے تا کہ معدہ جلد خوراک کو ہضم کر سکے۔ نتیجتاً دماغ کو پہنچنے والے خون کی رسائی میں کمی آ جاتی ہے، اسے food comma کہتے ہیں۔ ظاہر ہے دماغ کو بہتر کارکردگی کے لئے خون کی وافر فراہمی درکار ہے۔ روزہ کی حالت میں مذکورہ بالا صورتِ حال پیدا نہیں ہوتی اور عام مفروضوں کے برعکس دماغی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

دیر تک جوان رہنے کا راز

کرہ ارض پر شاید ہی کوئی انسان ہو جو زیادہ دیر تک جوان نہ رہنا چاہے۔ طرح طرح کی ریسرچ اور ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے تا کہ aging یعنی بڑھاپے کی رفتار کو آہستہ کیا جا سکے۔ growth hormone جسم میں چربی کو توانائی میں تبدیل کر کے خلیوں کی نشونما، مرمت اور نئے خلیے بنانے پر صرف کرتے ہیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس ہارمون کے بننے میں کمی آ جاتی ہے۔ نتیجۃً جسم میں چربی زیادہ تیزی سے اکٹھی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ انسان کا وزن بڑھ جاتا ہے اور بڑھاپے کے آثار ضربیں کھاتے جاتے ہیں۔ جدید سائنس کے مطابق روزے کی حالت اس ہارمون کی پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ کر دیتی ہے۔ پانچ دن روزہ رکھنے کے بعد اس کی مقدار تقریباً دوگنا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ روزہ رکھنے سے جسمانی چکنائی توانائی میں تبدیل ہو کر بڑھاپے کی رفتار کم کر دیتی ہے۔ بظاہر آرام کی حالت میں بھی جسم کا میٹابولزم بڑھا رہتا ہے، یعنی جسم اپنی ہی چربی کو پگھلا کر ایندھن میں تبدیل کر رہا ہوتا ہے۔ ایک اور ہارمون ایڈرینالین (adrenaline) کا بننا بھی بڑھ جاتا ہے جو fats کو ایندھن میں زیادہ تیزی سے تبدیل کرتا ہے تا کہ جسم اس اضافی توانائی کو حاصل کر کے باہر جا کر خوراک کی تلاش کر سکے۔ جو نوجوان روزہ رکھنے میں سستی دکھاتے ہیں ان کے لئے یہ جاننا مفید ہو گا کہ جوانی میں روزے رکھنا بڑھاپے میں ادویات کے استعمال سے کہیں بہتر ہے۔

ہمارا کلچر

بدقسمتی سے رمضان المبارک میں ہم افطاری کرتے وقت اسلام کے اس سنہری اصول کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ بھوک رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ ایک تو بھوک کی وجہ سے دوسرا افطاری پر جو خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی انسان ضرورت سے زیادہ کھانا کھا لیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ زیادہ چکنائی میں پکے کھانے، پکوڑے وغیرہ بھی صحت پر منفی طور پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ یوں روزہ رکھ کر ہمیں جو فوائد مل سکتے ہیں انہیں پورے طور پر حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ پکوڑے، سموسے وغیرہ کھانا چھوڑنا اگر مشکل ہے تو اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ کھانے پکانے کے لئے ایسی چکنائی استعمال کی جائے جس میں bad fats کم ہوں۔ مثال کے طور زیتون کا تیل بلکہ اس سے بھی بہت بہتر سویابین کا تیل ہے۔ سویابین کے تیل میں بہت سی good fats کے علاوہ ایسے وٹامنز ہیں جو ذہنی نشونما کے لئے بہتر ہیں۔

آخر میں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ روزوں سے بے شمار جسمانی فوائد وابستہ ہیں جو ہر گزرتے دن کے ساتھ ثابت ہوتے جاتے ہیں۔ مگر روزہ رکھتے وقت ہماری نیت جسمانی فوائد کی بجائے خدا تعالیٰ کی رضا اور تقویٰ کے حصول پر ہونی چاہئے۔ اسی کے کہنے پر، اس کے پیارے رسول ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہمیں رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام کرنا چاہئے۔ دیگر فوائد تو مل ہی جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روحانی اور جسمانی طور پر رمضان المبارک کے روزوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ جرمنی

جامعہ احمدیہ جرمنی میں نئی کلاس کا آغاز ان شاءاللہ ماہ ستمبر 2021ء سے ہو رہا ہے۔تمام امیدوار جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں ان سے درخواست ہے کہ جامعہ احمدیہ جرمنی Riedstadt کے دفتر سے داخلہ فارم حاصل کر کے اپنی درخواست صدر جماعت و لوکل امیر کی تصدیق کے ساتھ 15 مئی 2021ء تک جامعہ کے پتہ پر بھجوا دیں۔ یہ فارم جامعہ کی ویب سائٹ jamia.de سے بھی ڈاؤن لوڈ کئے جا سکتے ہیں۔تحریری ٹیسٹ جامعہ احمدیہ میں ہوگا جو زیادہ تر نصاب وقفِ نَو اور عام دینی معلومات میں سے ہوگا تاہم اس کے علاوہ بھی سوالات پوچھے جا سکتے ہیں تحریری ٹیسٹ کے علاوہ زبانی انٹرویو ہوگا۔انٹرویو کے بعد کامیاب قرار پانے والے طلباء ہی داخلہ کے اہل سمجھے جائیں گے۔ داخلہ کے لئے اُمیدوار کا درج ذیل شرائط کا پورا کرنا لازمی ہوگا۔

1. امیدوار کم از کم دس جماعتیں Realschulabschluss پاس کر چکا ہو تاہم Abitur کرنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔
2. امیدوار کی عمر زیادہ سے زیادہ 18 سال ہو البتہ Abitur ہونے کی صورت میں عمر میں اسی لحاظ سے رعایت ہوگی۔ لیکن امیدوار کی عمر کسی صورت میں بھی 20 سال سے زائد نہ ہو۔
3. امیدوار کو قرآن کریم صحت تلفظ کے ساتھ پڑھنا آتا ہو اور اگر کچھ حصہ کا ترجمہ بھی آتا ہو تو اُسے اضافی اہلیت کا حق دار سمجھا جائے گا۔
4. اُمیدوار نے وقف نو کا مکمل نصاب پڑھا ہو نیز اسلام اور احمدیت کے متعلق بنیادی معلومات رکھتا ہو، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف اور مطالعہ رکھتا ہو۔
5. جرمنی سے باہر کے ممالک کے طلباء کی تعلیمی قابلیت کا فیصلہ ملک کی تعلیمی صورت حال کے لحاظ سے انٹرویو بورڈ کرے گا۔
6. بیرون از جرمنی سے صرف وہی طلبہ درخواست دیں جنہیں جرمنی میں رہنے کے لئے قانونی طور پر اجازت ہو۔
7. کسی دوسرے ملک سے جرمنی آ کر آباد ہونے والے طلباء جو عرصہ پانچ سال یا اس سے کم عرصہ سے جرمنی میں مقیم ہیں ایسے طلباء کے لئے استثنائی طور پر بعض رعایتیں ہو سکتی ہیں لیکن اِس کا فیصلہ انٹرویو بورڈ کرے گا۔
8. اُمیدوار کا جسمانی اور ذہنی طور پر تندرست ہونا ضروری ہے۔درخواست کے ہمراہ اپنے تعلیمی سرٹیفکیٹ کی نقول اور اپنے ڈاکٹر سے فٹنس سرٹیفکیٹ بنوا کر ارسال کریں۔
9. داخلہ کی سفارش ٹیسٹ اور انٹرویو کو ملا کر رزلٹ کی بنیاد پر کی جائے گی۔
10. اُمیدواران سے درخواست ہے کہ ابھی سے اپنا وقت قرآن کریم کا تلفظ، ترجمہ سیکھنے اور کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ میں گزاریں۔ وقفِ نو کے نصاب کو دہراتے رہیں۔نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں اور دُعائیں کرتے رہیں۔
11. داخلہ فارم کے ہمراہ دو عدد فوٹو، تعلیمی اسناد کی نقول، ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ اور ویزہ کی کاپی ارسال کریں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی)

Am Alten Grenzstein 4-6
64560 Riedstadt-Goddelau
Tel:+49(0)615887837-0
Fax:+49(0)615887837-37

جماعت احمدیہ جرمنی کا مرکزی سطح پر آن لائن جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام

اِمسال مؤرخہ 23 مارچ 2021ء کو شعبہ تربیت جرمنی کے زیر انتظام جلسہ یوم مسیح موعودؑ منعقد کیا گیا، الحمدللہ۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا مکرم حافظ احتشام احمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ جرمنی نے تلاوت قرآن کریم اور اردو ترجمہ پیش کیا۔مقررین میں سب سے پہلے جرمن زبان میں مکرم احمد کمال صاحب مربی سلسلہ و صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے ”اسلام اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حقانیت کے لیے ظاہر ہونے والے الٰہی نشانات“ کے بارہ میں تقریر کی پھر اردو زبان میں مکرم ساجد احمد نسیم صاحب مربی سلسلہ نے ”حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی عائلی زندگی و تربیت اولاد“ کے بارہ میں تقریر کی۔ اس کے بعد مکرم و محترم نیشنل امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی کی دیگر جماعتی مصروفیات کے باعث ریکارڈ شدہ تقریر سنائی گئی جس میں آپ نے ”حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی“ کے بارہ میں عقلی و نقلی دلائل پیش کیے۔ آخر پر مہمانِ خصوصی مکرم و محترم صداقت احمد صاحب مشنری انچارج جماعت احمدیہ جرمنی نے ”حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعہ برپا ہونے والا روحانی انقلاب“ کے موضوع پر مختلف ایمان افروز واقعات کی صورت میں روشنی ڈالی۔ اس جلسہ میں تین نظمیں اور ایک ترانہ پیش کیا گیا جو کہ بالترتیب مکرم راحیل احمد صاحب، مکرم رانا شیراز احمد صاحب، مکرم محمد اکبر بیگ صاحب اور ترانہ مکرم اشفاق احمد سندھو صاحب، مکرم فلاح الدین خان صاحب اور مکرم اسحاق طاہر صاحب نے پیش کرنے کی توفیق پائی۔ دوران جلسہ جرمن و اردو زبان میں ترجمہ مکرم انصر بلال چٹھہ صاحب مربی سلسلہ اور مکرم عدنان احمد رانجھا صاحب مربی سلسلہ نے کیا، فجزاھم اللہ تعالیٰ

ایم ٹی اے انٹرنیشنل جرمنی سٹوڈیوز کی رپورٹس کے مطابق اس جلسہ میں تقریباً اکتیس ہزار افراد نے براہِ راست جلسہ کی کارروائی سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ یوٹیوب کے اعداد و شمار کے مطابق ناظرین کی مجموعی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہو چکی ہے، الحمدللہ۔

(رپورٹ: کامران احمد مربی سلسلہ شعبہ تربیت جرمنی)

ہجری شمسی کیلنڈر کا مہینہ

شہادت

مکرم مولانا محمد رئیس طاہر صاحب۔ مربی سلسلہ

حضرت مصلح موعودؓ نے شمسی تقویم کے چوتھے مہینہ اپریل کا نام ہجری شمسی تقویم میں شہادت رکھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ دشمنان اسلام نے ماہ اپریل میں دو مرتبہ دھوکہ اور غداری سے کام لیتے ہوئے اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے ہاں بلاکر بے دردی سے شہید کر دیا تھا۔ یہ ہر دو انتہائی تکلیف دہ حادثات "واقعہ رجیع" اور "بئر معونہ" کے عنوان سے تاریخ اسلام میں محفوظ ہیں۔

واقعہ رجیع

پہلا واقعہ رجیع کے مقام پر ہوا جو عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان قبیلہ ھذیل کا آبی مرکز ہے۔ عضل اور قارہ قبیلوں کے لوگ اپریل 625ء بمطابق 4ھ میں دھوکہ سے آنحضرت ﷺ سے دس مبلغین اسلام کو اپنے ساتھ لے گئے کہ ہم ان سے اسلام سیکھیں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلحؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ آپ کے علاوہ حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ، حضرت خالد بن بکرؓ، حضرت عبداللہ بن طارقؓ، حضرت معتب بن عبیدؓ، حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زید بن دثنہؓ کے نام تاریخ میں محفوظ ہو سکے۔ ابھی یہ لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تھے کہ بنولحیان کے 200 افراد نے مقام رجیع پر ان کو گھیر لیا 10 افراد 200 کا کیا مقابلہ کرتے۔ تاہم ممکن حد تک انہوں نے دفاع کیا اور لڑتے ہوئے 7 صحابہؓ شہید ہو گئے باقی تین صحابہؓ کو دھوکہ سے قید کرلیا۔ ان میں ایک حضرت عبد اللہ بن طارقؓ نے رہائی کی کوشش کی تو ان کو بھی بے دردی سے شہید کر دیا۔ جبکہ دو صحابہؓ کو مکہ لے جاکر قریش کے پاس بیچ دیا جنہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ ان میں ایک حضرت خبیبؓ تھے۔ جنگ بدر میں قتل ہونے والے حارث بن عامر کی اولاد نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے انہیں خرید لیا تھا اور کچھ عرصہ قید میں رکھنے کے بعد جب آپ کو مقتل لے جایا گیا اور آخری خواہش پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ حضرت خبیبؓ نے جلدی جلدی دو رکعتیں ادا کیں اور کہا میرا دل چاہتا تھا کہ اپنی زندگی کی یہ آخری نماز لمبی کروں۔ لیکن میں نے مختصر نماز پڑھی ہے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے نماز لمبی کر رہا ہے۔ پھر حضرت خبیبؓ نے یہ اشعار پڑھے۔

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ
وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَ اِنْ یَّشَا
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شَلْوٍ مُمَزَّعِ

یعنی میں جب مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں خدا کے لئے قتل ہو کر کس پہلو گرتا ہوں۔ یہ میری شہادت خدا کی راہ میں ہو رہی ہے پس اگر خدا چاہے گا تو میرے جسم کے جوڑ جوڑ اور ٹکڑے ٹکڑے پر برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے گا۔

حضرت خبیبؓ کا ہی وہ مشہور واقعہ بھی ہے کہ قید کے دوران دشمن کا بچہ کھیلتے ہوئے آپ کے قریب آکر کھیلنے لگا بچے کی ماں کی آنکھوں میں خوف کے آثار دیکھ کر آپ نے اس کو تسلی دی کہ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ وہ آپ کے اخلاق سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ اور اس نے یہ بھی گواہی دی کہ قید کی حالت میں بھی اس نے حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں انگور کے خوشے دیکھے جو آپ کھا رہے تھے۔ یہ غیبی رزق تھا جو آپ کو دیا جا رہا تھا۔

دوسرے صحابی حضرت زید بن دثنہؓ کو صفوان نے اپنے باپ امیہ کے بدلہ میں قتل کرنے کیلئے خرید لیا تھا۔ آپؓ کو قتل سے قبل ایمان کو چھوڑنے کا کہا کہ اگر توبہ کرلو تو جان بخش دیں گے۔ مگر آپ کے ایمان میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔ (عمدۃ القاری جلد 17 صفحہ 101)

اسی طرح ابوسفیان نے کہا کہ اے زید! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارا دل یہ نہیں چاہتا کہ اس وقت تمہاری جگہ ہمارے پاس محمدؐ ہوتے اور انہیں ہم قتل کرتے اور تو اپنے گھر میں اہل وعیال کے ساتھ خوش دن گزارتا۔ آپؓ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے بچنے کے عوض میں رسولِ خدا ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو کسی شخص کے ساتھ ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی کہ اصحاب محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام جز 3 صفحہ 181)

واقعہ بئر معونہ

عظیم الشان شہادتوں کا دوسرا واقعہ بئر معونہ نامی مقام پر ہوا۔ بئر معونہ مدینہ منورہ سے نجد کے راستے پر واقع ایک کنواں ہے جو علاقہ بنو عامر اور حرہ بنوسلیم کے درمیان واقع ہے۔ یہ واقعہ بھی 625ء بمطابق

4ھ کا ہے۔ آپؐ نے ابوبراء کلابی رئیس بنی کلاب کی درخواست پر 70 انصار کو جو قرآن کریم کے حافظ اور عالم تھے، تعلیم وتربیت کی غرض سے بنی کلاب کے ہاں بھیجا۔ لیکن ان لوگوں نے ایک انصاری کے سوا باقی تمام صحابہؓ کو شہید کر دیا۔ بئر معونہ کے اس واقعہ میں شہید ہونے والے 70 صحابہؓ کے سردار حضرت حرام بن ملحان انصاریؓ تھے۔ ان کی شہادت کا واقعہ شجاعت وبہادری کی ایک عجیب مثال ہے۔ آپ تبلیغ کرتے ہوئے کفار کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر رہے تھے کہ دشمنوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا کہ ان پر حملہ کر دو۔ وہ دشمن پیچھے سے آیا اور بڑے زور کے ساتھ نیزہ حضرت حرامؓ کی گردن میں مارا۔ نیزہ شہ رگ میں لگا اور خون کا ایک فوارہ آپ کے گلے سے بہہ نکلا حضرت حرامؓ نے پوری طاقت کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا اور اور اپنا خون اپنے منہ اور چہرے پر چھڑکتے ہوئے کہا فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ ان 70 صحابہؓ میں سے صرف ایک صحابی زندہ بچ گئے تھے باقی سب کو شہید کر دیا گیا۔

بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع و بئر معونہ میں درج روایت کے مطابق رجیع اور بئر معونہ کے واقعات میں شہادتوں کی خبر ایک ہی رات میں آنحضرت ﷺ کو پہنچی تھی۔

مقام شہادت قرآنی تعلیم کے مطابق ایک اعلیٰ مقام ہے اور شہید کو زندہ اور رزقِ الٰہی پانے کی نوید دی گئی ہے۔ شہادت کی یہ بے قرار تمنا آنحضرت ﷺ کے تمام صحابہؓ میں بدرجہ اَتم موجود تھی۔ آپؐ کے عمل اور نمونہ کے متعلق حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ آنحضرتؐ سب سے بڑھ کر بہادر تھے اور صحابہؓ میں سے سب سے زیادہ دلیر اور بہادر اسے سمجھا جاتا تھا جو میدان جنگ میں آپؐ کے پہلو میں رہتے ہوئے حصہ لیتا تھا۔ آپؐ کی بہادری کے کئی واقعات مشہور ہیں اسی اسوہ کو دیکھتے ہوئے صحابہؓ نے بھی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا سیکھ لیا اور شہادت کی دلی تڑپ ہر ایک میں موجزن تھی۔ ان صحابہؓ کی اسی تڑپ کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ احزاب آیت 24 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ کہ ان میں کچھ تو اپنی خواہش کی تکمیل کر چکے اور باقی بے قرار تمنائیں لئے خدا کی راہ میں دیوانہ وار اپنا سب کچھ نثار کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ یہ سلسلہ شوق شہادت اولین سے سفر کرتے ہوئے آخرین تک پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام صادق علیہ السلام پر ایمان لانے والے بھی اسی جذبہ سے سرشار نظر آتے ہیں۔ حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ شہید سے لے کر لاہور میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے سبھی شہداء کے واقعات و حالات زندگی میں انہی جذبوں کا عکس نظر آتا ہے۔ اپنی نیتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر کوئی ایک دوسرے پر گرتے ہوئے یہی کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جس کی ایک تابندہ مثال محترم پروفیسر ناصر قریشی صاحب مرحوم کی ہے جنہیں سکھر بم کیس میں ظالمانہ طور پر ملوّث کر کے اپنے آپ کو قادر مطلق سمجھنے والے جنرل ضیاء الحق نے سزائے موت کا حکم سنایا تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مرحوم کے نام ایک خط میں لکھا تھا:

'میرے پیارے بھائیو! آپ مجھے بے حد عزیز ہیں اور آپ کا غم ہر لمحہ میرے دل میں جاں گزیں ہے اگرچہ جانتا ہوں کہ اگر خدا کی تقدیر آپ کو ایک عظیم شہادت کا مرتبہ عطا کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے تو یہ ایک سعادت ہے جو قیامت تک آپ کا نام دین ودنیا میں روشن رکھے گی اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کوئی نہیں جو آپ کو مار سکے، قیامت تک آنیوالی نسلیں آپ کے ذکر پر روتے ہوئے اور تڑپتے ہوئے آپ کے لئے دعائیں کیا کریں گی اور حسرت کیا کریں گی کہ کاش آپ کی جگہ وہ ہوتے۔

میرے اپنے دل کا یہ حال ہے کہ آپ کے گذشتہ خط کو پڑھ کر جس میں اپنی اور اپنے بچوں کی دل گداز حالت کا دردناک بیان تھا، میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو یہ معلوم کر کے میرا دل حمد اور شکر سے بھر گیا کہ اگر آپ کو بچانے کے لئے مجھے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تو میں بخوشی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتا'۔

(خط محررہ 11.03.1986)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام شہادت کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شہید اصل میں وہ شخص ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے استقامت اور سکینت کی قوت پاتا ہے اور کوئی زلزلہ اور حادثہ اس کو متغیر نہیں کرسکتا۔ وہ مصیبتوں اور مشکلات میں سینہ سپر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر محض خدا تعالیٰ کے لئے اس کو جان بھی دینی پڑے تو فوق العادت استقلال اُس کو ملتا ہے اور وہ بدوں کسی قسم کا رنج یا حسرت محسوس کئے اپنا سر رکھ دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ بار بار مجھے زندگی ملے اور بار بار اس کو اللہ کی راہ میں دوں۔ ایک ایسی لذت اور سرور اس کی روح میں ہوتا ہے کہ ہر تلوار جو اس کے بدن پر پڑتی ہے اور ہر ضرب جو اس کو پیس ڈالنے کے لئے، اُس کو پہنچتی ہے۔ وہ اُس کو ایک نئی زندگی، نئی مسرت اور تازگی عطا کرتی ہے۔ یہ ہیں شہید کے معنی۔

پھر یہ لفظ شہد سے بھی نکلا ہے۔ عباداتِ شاقہ جو لوگ برداشت کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں ہر ایک تلخی اور کدورت کو جھیلتے ہیں اور جھیلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ شہد کی طرح ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں اور جیسے شہد فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (النحل:70) کا مصداق ہے۔ یہ لوگ بھی ایک تریاق ہوتے ہیں۔ اُن کی صحبت میں آنے والے بہت سے امراض سے نجات پا جاتے ہیں۔

اور پھر شہید اس درجہ اور مقام کا نام بھی ہے جہاں انسان اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا کم از کم خدا کو دیکھتا ہوا یقین کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 276 طبع 2003ء)

تحریکِ وقفِ نو

(مکرم سعادت احمد صاحب واقف زندگی، انچارج دفتر شعبہ وقف نو جرمنی)

جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کے آغاز سے قبل آئندہ ہونے والی جماعتی ترقیات کی تیاری کیلئے خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی توجہ ایک اہم تحریک کی طرف مبذول کروائی۔ چنانچہ آپؒ نے 3/اپریل 1987ء بروز جمعۃ المبارک تحریک وقف نَو کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

”میں نے یہ سوچا کہ ساری جماعت کو میں اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دعوت اِلی اللہ کے ذریعے وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کردیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک بیٹی ہی ہمارے لیے مقدر ہے تو ہماری بیٹی ہی تیرے حضور پیش ہے۔ مَا فِی بَطْنِی جو کچھ بھی میرے بطن میں ہے یہ مائیں دعائیں کریں اور والدین بھی ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا! انہیں اپنے لیے چن لے اور اپنے لیے خاص کرلے تیرے ہو کر رہ جائیں اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو رہی ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کے غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہم خدا کے حضور تحفے پیش کر رہے ہیں اور اس کی شدید ضرورت ہے آئندہ سو سالوں میں جس کثرت سے اسلام نے ہر جگہ پھیلنا ہے وہاں لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور خدا کے غلام ہوں۔ واقفین زندگی چاہئیں کثرت کے ساتھ اور ہر طبقہ زندگی کے ساتھ واقفین زندگی چاہئیں۔ ہر ملک سے واقفین زندگی چاہئیں“۔

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 247، خطبہ جمعہ فرمودہ 3/اپریل 1987ء)

اس عظیم الشان تحریک کے آغاز سے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی خداداد فراست سے اس تحریک میں شامل ہونے والے بچوں کی دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت کے لئے تفصیلی ہدایات فرمائیں۔ چنانچہ 1989ء میں چار خطبات جمعہ (10 فروری، 17 فروری، 8 ستمبر اور یکم دسمبر کو) ارشاد فرمائے جن میں ان بچوں کی پیدائش سے بہت پہلے سے لے کر آئندہ کے تمام تربیتی مراحل کے لئے تفصیلی نصائح فرمائیں۔ انتظامی لحاظ سے جماعت میں وَقف نَو کا شعبہ بھی قائم فرمایا جس کے انچارج مکرم چوہدری محمد علی صاحب کو مقرر فرمایا۔ 1992ء میں باقاعدہ وکالتِ وقف نَو کا قیام عمل میں آیا اور محترم چوہدری محمد علی صاحب ہی پہلے وکیل وَقف نَو مقرر ہوئے۔ آج کل مکرم سید قمر سلیمان صاحب وکیل وقف نَو ہیں اور لندن میں اس مرکزی شعبہ کے انچارج مکرم لقمان کشور صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ یہ تحریک شروع میں صرف دو سال کے لئے تھی لیکن احباب جماعت کی خواہش پر اس میں مزید دو سال کا اضافہ فرمادیا اور بعد میں حضورؒ نے اس تحریک کو مستقل حیثیت دے دی۔

تحریک وقف نَو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی بلوغت کی عمر سے گزرتے ہوئے اب مثمر بہ ثمرات حسنہ ہو رہی ہے اور جماعت احمدیہ جرمنی بھی اس تحریک کے ثمرات سے متمتع ہو رہی ہے۔ اس تحریک کے خوش قسمت بچے اپنے خلفاء کی باپ جیسی شفقت کے سایہ تلے پلے اور جوان ہوئے۔ خلفائے احمدیت نے ہر قدم پر ان واقفین نَو کی اس طرح رہنمائی کی ہے کہ وہ آئندہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کے ساتھ وقف کی اہمیت اور اپنے حقیقی مقصد کو سمجھتے ہوئے صحیح رنگ میں خلافت احمدیہ کے سلطانِ نصیر اور جماعت احمدیہ کے خدمتگار بننے والے ہوں۔ ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی تحدیثِ نعمت کے طور پر ان میں سے دو واقفین نَو کا تعارف جو اَب جماعت کی باقاعدہ خدمت میں شامل ہو چکے ہیں، قارئین کی خدمت میں ازدیاد ایمان و ایقان کی خاطر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

میرے آقا کی دعائیں میرا سرمایہ ہیں

مکرم حسنات احمد صاحب کے ساتھ ایک گفتگو

واقفِ نو، نائب امیر جماعت جرمنی

(مرتبہ: مکرم سید افتخار احمد شاہ صاحب)

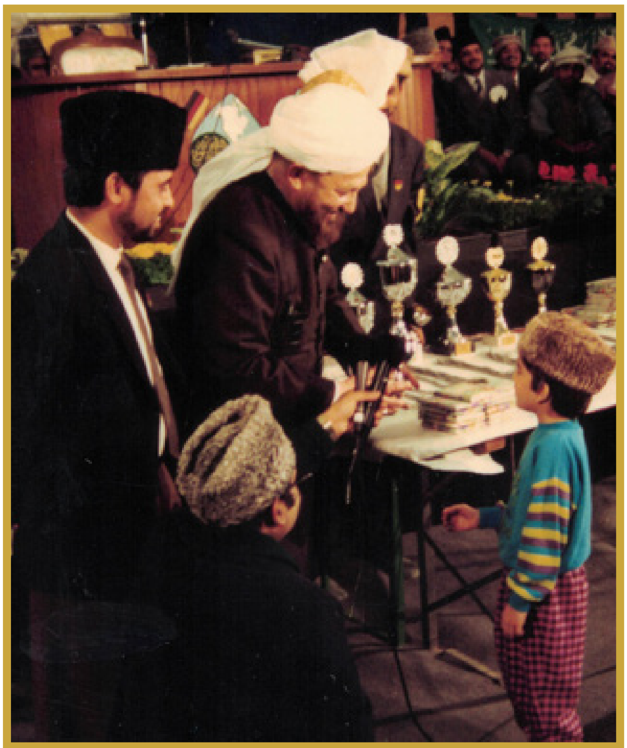

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے پہلی مرتبہ انعام وصول کرتے ہوئے۔ (1990ء)

سوال: محترم حسنات صاحب آپ کا مختصر خاندانی تعارف؟

میرے والد محترم کا نام مکرم وسیم احمد صاحب ہے۔ میری پیدائش (1985ء) فرانکفرٹ کی ہے۔ ہمارا خاندان قادیان سے کچھ فاصلہ پر واقع تھہ غلام نبی سے ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہم لاہور میں آباد ہوئے۔

اپنے وقفِ نو میں شامل ہونے کی بابت کہا کہ میرے والدین نے میرے چھوٹے بھائی حمّاد احمد کو وقفِ نو میں پیش کر دیا تھا اور جب یہ تحریک ہوئی تو اس وقت میں دو سال کا تھا۔ میرے والدین نے سوچا کہ اگر حسنات احمد نے بڑے ہو کر پوچھا کہ مجھے وقفِ نو میں شامل کیوں نہ کیا؟ تو ہم کیا جواب دیں گے۔

اس سوال کے پیش نظر والدین نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں میرے وقف کے لئے خط تحریر کر دیا۔ الحمدللہ اس طرح اس بابرکت تحریک سے دو سال قبل پیدا ہونے کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریک وقفِ نو میں شمولیت کی اجازت عنایت فرما دی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

بچپن سے ہی والدین سے وقفِ نو کے متعلق باتیں سنتا تھا گو سمجھتا نہیں تھا کہ وقفِ نو کیا ہے۔ والدین نے میری پرورش کے دوران وقفِ نو کے اعتبار سے خصوصی تربیت کو ہمیشہ مدّنظر رکھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ چار یا پانچ سال کا تھا جب پہلی مرتبہ مجھے ایک جماعتی پروگرام میں تقریر کرنے کا موقع دیا گیا اور مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کے ہاتھ سے انعام وصول کیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اردو تقریر واقعہ لیکھرام اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق تھی۔

1990ء کا اجتماع مجلس اطفال الاحمدیہ یاد ہے جو ناصر باغ میں ہوا۔ اس اجتماع میں اطفال کے معیارِ صغیر میں اردو تقریر کے مقابلہ میں حصہ لیا اور الحمدللہ پہلی پوزیشن حاصل کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دستِ مبارک سے پہلا انعام حاصل کیا۔ جب انعام کے لئے میرا نام پکارا گیا اور میں حضورؒ کے پاس گیا تو حضورؒ بڑے حیران ہوئے کیونکہ میں بہت ہی چھوٹا تھا۔ حضورؒ نے بڑے پیار سے پوچھا کہ حسنات احمد تم ہو؟ میں تو سمجھا کہ ایسے ہی کوئی بچہ اُٹھ کر آ گیا ہے۔

میرے والدین نے مجھ پر اتنی توجہ دی کہ اپنی امی جان کی محنت سے میں نے چار سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کیا اور اتفاقاً ان دنوں حضرت چھوٹی آپا (محترمہ حضرت مریم صدیقہ صاحبہؒ) یہاں جرمنی تشریف لائی ہوئی تھیں تو میری آمین بھی ان کی موجودگی میں ہوئی، الحمدللہ علیٰ ذالک

پھر والدین سے ہمیشہ رہنمائی ہوتی رہی کہ میں وقفِ نو ہوں۔ میں نے زندگی وقف کرنی ہے اور پھر کہیں بھی بھجوایا جاسکتا ہوں۔ والدین کی شفقت، رہنمائی اور دعائیں شاملِ حال رہیں لیکن کبھی کسی قسم کا دباؤ میں نے محسوس نہیں کیا۔

اس سوال کہ واقفِ نو کی خاص اہمیت کا احساس کب ہوا، کے جواب میں محترم حسنات صاحب نے بتایا کہ میرے والدین نے ہمیشہ میری بہترین رہنمائی کی۔ میرے والد صاحب ہم دونوں بھائیوں کو واقفِ نو ہونے کی وجہ سے ہر جماعتی پروگرام کے لئے ساتھ لے کر جاتے۔ جلسہ، اجتماع، جماعتی اجلاسات اور وقفِ نو کے پروگراموں میں شامل کرتے اور عملاً احساس دلاتے کہ تم واقفِ نو ہو اور ان پروگراموں میں شمولیت تمہارے لئے بہت ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں خط لکھنے کی عادت بچپن سے ڈالی گئی۔ حضورؒ کے دعاؤں کے جوابات آتے تو انہیں سنبھال کر رکھنے کی نصیحت کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ تو بے حد واقعات ہیں جن کی وجہ سے خلافت سے عشق پیدا ہوا۔

حسنات صاحب نے بیان کیا کہ خلیفۂ وقت سے پیار تو بچپن سے ہی دل میں پیدا ہوا اور شفقتوں کے کئی واقعات موجود ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مسجد نور میں تشریف لاتے تھے۔ نمازیں ادا کرنا اور محفلیں لگنا خوب یاد ہیں۔ ایک مرتبہ حضورؒ لجنہ کے کسی پروگرام میں کرسی پر تشریف فرما تھے۔ میں چھوٹا بچہ تھا اور اپنی والدہ کے ساتھ وہاں پر تھا اور حضورؒ کی کرسی کے گرد

ایک دورہ یورپ کے دوران سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت کا ایک انداز (اپریل 2018ء)

بھاگنا شروع ہو گیا۔حضور نے انتہائی پیار سے پکڑ لیا اور دیر تک اپنی گود میں بٹھائے رکھا۔

میرے والدین کا ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ انہوں نے خلیفۂ وقت کے خطبات کے ساتھ مجھے جوڑ دیا تھا۔خلیفۂ وقت کے خطبات خود بھی سنتے اور ہم بچوں کو بھی لازمی سناتے، سمجھاتے اور احساس دلاتے تھے کہ تم ایک خاص مقصد کے لئے تیار کیے جا رہے ہو۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ میری اردو زبان بہت بہتر ہوئی۔

خلیفۂ وقت کے بعد جماعت کے مختلف بزرگان کا بھی خاکسار کی تربیت میں اہم کردار رہا۔ میں محترم مولانا عطاءاللہ کلیم صاحب مرحوم کی شخصیت سے بے حد متأثر تھا۔ بچپن سے ہی یاد ہے کہ مولوی صاحب اتنے بارُعب تھے کہ بظاہر تو ڈر لگتا تھا لیکن درحقیقت انتہائی پیار کرنے والے بزرگ تھے۔ کئی مواقع پر انہوں نے حوصلہ افزائی فرمائی، انعام دیئے، گھر بھی تشریف لاتے رہے، ہر ہفتہ خصوصاً نماز جمعہ پر ضرور ان سے ملاقات ہوتی۔ ان کی تربیت اور شفقت کی وجہ سے ان کے لئے بہت دعائیں نکلتی ہیں۔

اسی طرح میرے مرحوم دادا جان مکرم عبدالرحمن صاحب اور نانا جان مکرم حاجی غلام محی الدین صاحب مرحوم کی دعائیں ہمیشہ شامل رہیں۔ ایک مرتبہ ہم نے نانا جان سے فرمائش کی کہ ہمارے لئے کوئی نظم لکھیں تو آپ نے ہمیں ”ایک واقفِ نو کی دعا“ کے عنوان سے بہت پیاری نظم لکھ کر دی۔

سوال: بذات خود واقفِ نَو ہونے کی خصوصیت کا اِدراک کب ہوا؟

جواباً حسنات صاحب نے کہا کہ بڑے ہو کر سکول کی تعلیم کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خطبہ برائے تحریک وقفِ نَو خود سنا تو صحیح معنوں میں وقف کا اِدراک ہوا پھر اِس موضوع پر اور خطبات بھی سنے۔

سوال: آپ کے نزدیک واقفِ نو میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟

جواب۔سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ ہر واقفِ نو کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اکتوبر 2016ء بمقام ٹورنٹو کینیڈا بار بار سننا چاہیے اور اس کو ہر وقت ذہن میں مستحضر رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس میں اس جواب کی تفصیل موجود ہے

سوال: واقفِ زندگی کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور آپ اپنی زندگی کو اس حوالہ سے کیسا دیکھتے ہیں؟

جواب: ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات تھی اور خاکسار صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہا تھا۔ پیارے آقا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے خدام الاحمدیہ جرمنی کے لئے پیغام عطا فرمانے کی درخواست کی تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تین الفاظ میں ایسا بھرپور پیغام عنایت فرمایا کہ اس میں سب کچھ آ گیا۔ فرمایا:

”عاجزی، محنت اور دعا۔ میرا یہی پیغام ہے“

خلیفۂ وقت ہر واقف زندگی سے کچھ خاص توقعات رکھتے ہیں کیونکہ واقفین صفِ اوّل کے سپاہی ہیں اور ہر واقف کو ان توقعات پر پورا اُترنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جذبہ خدمت اور وہ بھی خالصتاً للہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

نیز دوسروں سے ہمیشہ مسابقت فی الخیرات کی روح ہونی چاہیے۔ اپنی ذاتی زندگی میں اطفال الاحمدیہ سے لے کر باقاعدہ کسی نہ کسی طرح نظام جماعت میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

یونیورسٹی کا زمانہ جو بہت مصروفیت کا زمانہ تھا اس میں بھی خدا کے فضل سے باقاعدہ خدام الاحمدیہ میں خدمت کا موقع ملتا رہا۔ پندرہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ

مولانا محمد الیاس منیر صاحب کی تحریک پر شعبہ اشاعت میں جرمن زبان کی ایک کتاب کی پروف ریڈنگ کا موقع ملا۔

ہائیڈل برگ یونیورسٹی سے فزکس میں ماسٹر کیا۔ اس دوران بھی خدام الاحمدیہ کی نیشنل مجلس عاملہ میں خدمت کی توفیق ملتی رہی اور ہائیڈل برگ کی لوکل جماعت سے بھی رابطہ رہتا۔ روزمرہ کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک ملاقات میں نصیحت فرمائی کہ صبح کے وقت ترجمہ کا کام چند گھنٹے کرلیا کرو۔ فجر کے بعد والا وقت علمی کاموں کے لئے بہت موزوں ہوتا ہے۔ اس نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

شعبہ تصنیف میں ذمہ داری کے حوالہ سے قرآن کریم کے ترجمہ پر نظرِ ثانی مکمل کی ہے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کا مکمل جرمن ترجمہ کیا جاتا ہے۔ بحیثیت نائب امیر جماعت جرمنی، شعبہ وقفِ نو، تعلیم اور آئی ٹی کی نگرانی کی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جرمن زبان میں شائع ہونے والے رسالہ 'النور' کا مدیر ہوں۔ خاکسار کے دو بیٹے ہیں عزیزان منیب احمد اور صہیب احمد دونوں ہی وَقفِ نَو کی تحریک میں شامل ہیں۔ اپنے ان بچوں کو بھی ہر روز قریباً دو گھنٹے وقت ضرور دیتا ہوں جو ان کی تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق جو پاتا ہوں، اس میں خاکسار کی اہلیہ کا بھی ایک بڑا حصہ ہے جن کی شروع سے ہی خواہش تھی کہ کسی واقفِ زندگی کے ساتھ شادی ہو۔

برکات خلافت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی راہنمائی میسر آتی ہے۔ صحبت کا موقع ملتا ہے اور ہر ملاقات میں کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ یوں تو بہت عرصہ سے جرمن زبان میں ترجمہ کا کام کر رہا ہوں خصوصاً جلسہ سالانہ پر۔ میری زندگی میں 2009ء کا جلسہ سالانہ جرمنی ایک لحاظ سے میرے لئے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ اس زمانہ میں بیعت عام پنڈال (مرکزی ہال) میں نہیں ہوتی تھی بلکہ نومبائعین کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی میٹنگ ہوتی تھی اور وہیں پر بیعت بھی ہو جاتی تھی۔ مذکورہ سال جرمن زبان بولنے والوں کے ساتھ جو میٹنگ ہوئی اس میں جرمن ترجمہ بھی مجھے کرنے کی سعادت ملی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف فرما تھے۔ ساتھ کھڑے ہو کر ترجمہ کرنے کا ارشاد ہوا۔ اس میٹنگ کے اختتام پر حضور اقدس نے پوچھا کہ کیا کسی نے بیعت کرنی ہے تو ایک جرمن دوست نے کہا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس موقع پر مجھے جرمن بیعت فارم دیا گیا تا کہ حضور انور کے الفاظ کے بعد میں جرمن الفاظ بول سکوں۔ اس موقع پر میرے بائیں ہاتھ میں بیعت فارم تھا اور ڈرتے ڈرتے میں نے دایاں ہاتھ براہ راست حضور اقدس کے کندھے پر رکھ دیا۔ اس وقت میری عجیب حالت تھی اور میں اس وقت واقعی بِک گیا تھا۔ ان لمحات کی کیفیت تو بیان سے باہر ہے مگر میں آج تک اُن کی لذت محسوس کرتا ہوں۔ اسی برکت سے آج تک ترجمہ کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ایک لہر میرے اندر گئی جو میں آج بھی خلیفۂ وقت کے بابرکت الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ یہ حضور کی شفقت ہے کہ اس کے بعد حضور اقدس نے کئی مواقع پر خود ارشاد فرمایا کہ حضور کے خطبات اور خطابات کا جرمن ترجمہ خاکسار کرے گا۔ اور کئی مواقع پر پروگراموں کے بعد مجھ سے پوچھا کہ ترجمہ تم نے ہی کیا تھا؟

سوال: فزکس میں ماسٹر اور وقفِ زندگی کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب۔ حسنات صاحب نے بتایا کہ فزکس میں ماسٹر کرنے کے بعد مجھے پی ایچ ڈی کرنے کی بھی پیشکش موجود تھی لیکن میں اپنے آپ کو خلیفۂ وقت کے قدموں میں وقف کرنا چاہتا تھا۔ اس موقع پر بھی میں نے حضور انور سے راہنمائی لی اور اپنے آپ کو حضور انور کی ہدایت پر جماعت کے سپرد کر دیا۔

سوال: وقف کیسے ہوا؟

جواب: شادی 2011ء میں ہوئی۔ اس کے بعد 2012ء میں پیارے آقا سے ملاقات تھی۔ بڑا بیٹا

باقی صفحہ 40 پر

ایک واقفِ نَو کی دعا

علم کی شمع مرے دل میں فروزاں کر دے
مجھ کو اے میرے خدا صاحبِ عرفاں کر دے

واقفِ نَو ہوں بہت دور ہے میری منزل
میری راہوں کو مرے واسطے آساں کر دے

ہوں تو اک ذرۂ ناچیز مگر اے مولا
تو جو چاہے تو مجھے نیّرِ تاباں کر دے

ناتواں طِفل ہوں پُرعزم جواں رکھتا ہوں
مجھ کو خدّامِ محمدؐ میں نمایاں کر دے

بس کہ اسلام کی تبلیغ ہو میرا جینا
ہر نَفَس مرا پئے مہدی دَوراں کر دے

سیفِ برُہان عطا ہو مجھے میرے اللہ
فضل سے اپنے مجھے خالدِ ذیشاں کر دے

تیری عظمت کے ترانے ہی میں گاتا جاؤں
دل میرا غیر سے بیزار و گریزاں کر دے

میرے آقا کی دعائیں مرا سرمایہ ہیں
مجھے برکاتِ خلافت کا ثنا خواں کر دے

اپنے حمّادؔ کو تو حمد کا خُوگر رکھیو
اور حسناتؔ میں ہر خیر نمایاں کر دے

میرے اشعار میں فقدانِ تغزّل ہے مگر
عشق صادق ہے مجھے اپنا غزل خواں کر دے

(مکرم غلام محی الدین صادق صاحب مرحوم)

(مکرم محمود احمد ملہی صاحب مربی سلسلہ حال Köln)

واقفِ نَو

بچپن سے میدانِ عمل تک

والدین کے احسانات کا بدلہ کوئی نہیں چکا سکتا تاہم اسلام کا ہم پر یہ احسان ہے کہ ہمیں ایسی دعائیں سکھائیں جن کے طفیل انسان والدین جیسی نعمت کا شکریہ ادا کرنا سیکھ سکتا ہے۔ میرے والدین کا مجھ پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے مجھے خداتعالیٰ کے لئے وقف کیا اور میں تمام عمر اس کے لئے ان کا احسان مند اور دعاگو رہوں گا۔ میرے والدین نے میری پیدائش سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مجھے خدا کے حضور پیش کیا۔ میری پیدائش سے قبل خاکسار کی والدہ صاحبہ شدید بیمار ہوگئی تھیں اور ڈاکٹروں نے اس تشویش کا بھی اظہار کیا تھا کہ بچہ ضائع ہوسکتا ہے۔ اس پر میرے والدین نے میرے لئے خصوصی دعائیں کرنے کے ساتھ ساتھ خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں بھی دعا کے لئے لکھا۔ خداتعالیٰ نے میرے آقا اور والدین کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا جس کے نتیجہ میں خاکسار کی پیدائش ہوئی۔ 1989ء میں پیدائش کے بعد میرے والدین نے مجھے وقف کرکے کبھی اپنے عہد کو بھلایا نہیں بلکہ مجھ پر خصوصی توجہ دی۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، مجھے ہمیشہ یہ نصیحت کی گئی کہ تم وقفِ نَو ہو، تم نے بڑے ہوکر مربی بننا ہے، اور پوری کوشش کی کہ ان کی یہ قربانی شرفِ قبولیت پا جائے۔ چنانچہ یہ بات بچپن سے ہی میرے دل و دماغ پر نقش ہوگئی تھی۔ نمازوں کی ادائیگی کی عادت ڈالی۔ قرآن کریم کا پہلا دَور مجھے قاری محمد عاشق صاحب کی کیسٹس کی مدد سے پانچ سال کی عمر میں مکمل کروایا۔ اسی طرح سچ بولنے کی تلقین، جھوٹ سے نفرت، خلیفۂ وقت سے محبت، خلیفۂ وقت کو دعا کے لئے خود بھی لکھتے اور مجھ سے بھی خط لکھواتے۔ غرضیکہ گھر میں ہمیشہ بہترین دینی ماحول ملا۔ والدین جماعتی تقریبات میں ہمیشہ ساتھ لے کر جاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری پہلی

تقریر مجھے میری والدہ صاحبہ نے ہمسایوں کے حقوق کے عنوان پر لکھ کر دی تھی جو میں نے ریجنل اجتماع پر کی اور الحمدللہ پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس دن میری والدہ بہت زیادہ خوش تھیں اور میری اس پہلی کامیابی پر انہوں نے خداتعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ مجھے بہت دعائیں دیں۔ میرے والد صاحب نماز کے لئے سب بچوں کو اٹھاتے اور نماز سنٹر یا مسجد لے کر جاتے۔ شرک سے آپ کو بہت نفرت تھی، آپ کے کچھ جملے بہت ہی پیارے لگتے ہیں، آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے میرا خدا بہت ہی پیارا ہے، ساری دنیا ایک طرف اور میرا خدا ایک طرف۔ خلیفۃ المسیح سے محبت، مربیان سلسلہ اور واقفینِ زندگی نیز بزرگان کا ادب و احترام سکھاتے۔ آپ دَمہ کے مریض تھے لیکن باوجود بیماری کے ہم سب بھائیوں کو ہر جماعتی پروگرام میں لے کر جاتے اور خصوصاً ہر اس مجلس میں جہاں خلیفۃ المسیح رونق افروز ہوں۔ مجھے آج بھی یاد ہے بچپن میں ابّاجان کے پاس ایک Ford Transit van ہوتی تھی، آپ اس پر ہمیں جماعتی پروگراموں کے لئے لے کر جاتے، راستے میں ہم نے جو یاد کیا ہوتا تھا سنتے اور دعائیں سکھاتے۔ ایک بات جو کہ میں زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتا وہ یہ ہے کہ جب بھی آپ ہم کو جماعتی پروگراموں اور اجتماعات پر لے کر جاتے تو رات ہوجانے پر اپنی بیماری اور تکلیف کے باوجود ہم بھائیوں کو اس Van میں گدّے ڈال کر سلاتے، ہم سب بھائی تو سوجاتے تھے مگر خدا ہی جانتا ہے کہ ابّاجان کیسے وہ راتیں بسر کرتے تھے۔ آپ کی ایک ہی خواہش تھی کہ میری اولاد جماعت احمدیہ اور خلافت سے ہمیشہ کے لئے وابستہ ہوجائے۔

مجھ کو چھاؤں میں رکھا اور خود وہ جلتا رہا
میں نے دیکھا اک فرشتہ باپ کی پرچھائیں میں

اگست 1998ء میں میری زندگی کا وہ یادگار اور حسین لمحہ آ گیا جس نے میری تقدیر بدل ڈالی، 1998ء

مضمون نگار اپنے بچپن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ مجلس عرفان میں سوال کرتے ہوئے

میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ کے دوران تمام واقفین نو کو مصافحہ کا شرف بخشا۔ علاوہ ازیں حضورؒ کے ساتھ ایک مجلس سوال وجواب میں خاکسار کو بھی اپنے پیارے آقا سے کچھ عرض کرنے کا موقع ملا۔ خاکسار کی جب باری آئی تو عرض کیا: حضور! میرے لئے دعا کریں کہ میں مربی بنوں۔ یہ جملہ ابھی میری زبان سے نکلا ہی تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتما اُٹھا اور آپ نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے صدر خدام الاحمدیہ جرمنی مکرم میاں محمود احمد صاحب سے پوچھا یہ کس کا بیٹا ہے، تو انہوں نے میرے والد صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ یہ مکرم الیاس احمد ملہی صاحب کا بیٹا ہے جو کہ جماعت من ہائم کے لوکل امیر ہیں۔ یہ وہ لمحہ تھا جس میں نہ جانے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے کیا دعا کی تھی جس نے میری بگڑی بنا دی۔

مجھ کو بھولے گی کہاں وہ تری بھرپور نگاہ
جگمگا اٹھا تھا جب فکر کا ایواں پیارے

ٹھیک 10سال بعد میرے آقا کی دعا کی قبولیت کا لمحہ آیا۔ جمعہ کا مبارک دن تھا اور خاکسار کو اسکول سے وقت پر چھٹی ہوگئی تو خاکسار سیدھا نماز سنٹر چلا گیا۔ نماز جمعہ کرنے کے بعد وہاں پڑے احمدیہ بلیٹن پر نظر پڑی جس میں اعلان تھا کہ امسال جامعہ احمدیہ جرمنی کا آغاز ہورہا ہے، داخلہ کے خواہش مند نوجوان 30 اپریل 2008ء تک داخلہ فارم جمع کروا دیں۔ چنانچہ فوری طور پر فارم حاصل کرکے پُر کئے اور آخری دن میرے والد محترم اور سب سے بڑے بھائی ابراہیم منیب احمد ملہی صاحب نے خود حاضر ہو کر مکرم حیدر علی ظفر صاحب مبلغ انچارج کے پاس فارم جمع کروادیے۔

میرا یقین اور ایمان ہے کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعا ہی تھی جس نے زندگی وقف کرنے اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے رستے ہموار کردیے۔ حضورؒ کے ساتھ اس ملاقات نے میرے اندر ایک نئی روح پھونک دی تھی اور مجھے اپنی خوش قسمتی کا احساس ہونے لگا کہ میرے والدین نے میرے لئے جو راہ منتخب کی ہے

عہدِ نَو ہے تمہارے نام۔ چلو

وَقت کم ہے۔ بہت ہیں کام ۔ چلو
مَلگجی ہو رہی ہے شام ۔ چلو

زندگی اِس طرح تمام نہ ہو
کام رہ جائیں ناتمام ۔ چلو

کہہ رہا ہے خِرامِ بادِ صَبا
جب تلک دَم چلے مُدام چلو

منزلیں دے رہی ہیں آوازیں
صُبح مَحوِ سفر ہو ، شام چلو

ساتھیو! میرے ساتھ ساتھ رہو
قُربتوں کا لئے پیام ۔ چلو

تم اُٹھے ہو تو لاکھ اُجالے اُٹھے
تم چلے ہو تو بَرق گام چلو

کبھی ٹھہرو تو مثلِ اَبرِ بہار
جب بَرس جائے فیضِ عام ۔ چلو

رات جاگو مہ ونجوم کے ساتھ
دِن کو سُورج سے ہم خِرام چلو

ہو تمہی کل کے قافلہ سَالار
آج بھی ہو تمہی اِمام ۔ چلو

تم سے وَابستہ ہے جہانِ نَو
تمہیں سونپی گئی زِمام ۔ چلو

آگے بڑھ کر قدم تو لو ۔ دیکھو
عہدِ نَو ہے تمہارے نام ۔ چلو

(کلام طاہر صفحہ 62)

دراصل یہی کامیابی کی راہ ہے۔ داخلہ فارم تو جمع ہو گئے تھے مگر کچھ اندازہ نہ تھا کہ داخلہ ہو بھی سکے گا۔ تاہم ایک رؤیا کا ذکر تحدیثِ نعمت کے طور پر کر دیتا ہوں۔

خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو رؤیا میں دیکھا کہ آپؓ کے سر مبارک پر سفید رنگ کی پگڑی تھی اور آپؓ ایک بادامی رنگ کی شیروانی پہنے ہوئے تھے۔ آپؓ نے مجھے مصافحہ کا شرف بخشا۔ خاکسار نے عرض کیا حضور میرا نام محمود ہے حضور نے فرمایا اچھا! میرا نام بھی محمود ہے، اس خواب میں اس وقت کے لوکل امیر من ہائم مکرم عبدالمالک صاحب بھی تھے انہوں نے میرے متعلق حضور سے عرض کیا۔ حضور یہ جامعہ جانا چاہتا ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا: تمہارا جامعہ میں داخلہ ہو جائے گا۔

اس خواب میں خاکسار نے چند احباب کے ساتھ ایک گیم کھیلی۔ حضورؓ نے خاکسار کو فرمایا آپ میری طرف سے کھیلو! خاکسار کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور ڈر سا لگنے لگا کہ اگر خاکسار ہار گیا تو اس کا مطلب حضورؓ ہار گئے۔ مگر خدا شاہد ہے کہ میں اس گیم کا اچھا کھلاڑی نہ ہونے کے باوجود اچھا کھیلتا رہا۔ گیم کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بار بار فرماتے:

بہت اچھے اور کھیلو!

اس کے بعد یہ منظر کچھ تبدیل ہوتا ہے اور خاکسار کو جہاں جمعہ والے دن نماز سینٹر میں بلیٹن ملا تھا اسی جگہ حضور تشریف لے گئے۔ خواب میں خاکسار بھاگ کر نماز سنٹر کے ایک اور کمرے میں گیا اور ابّا جان کو فون ملایا کہ آپ جلدی آجائیں! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نماز سینٹر میں آئے ہوئے ہیں، فون بند کرنے کے بعد جب میں حضور کی طرف گیا تو وہ جگہ خالی تھی، اس جگہ پر میرے بڑے بھائی مکرم ابراہیم منیب احمد ملہی جو کہ آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عملہ حفاظت میں خدمت بجالا رہے ہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حضور کہاں گئے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضور نے فرمایا ہے میں پھر آؤں گا۔ تب میری آنکھ کھل گئی۔ شاید اس رؤیا میں یہ پیغام تھا کہ: میرے محمود بن میرا محمود

کچھ دن گزرنے کے بعد خاکسار کو امتحان اور انٹرویو کے لئے بلا لیا گیا جس کے بعد اطلاع ملی کہ خاکسار کا جامعہ احمدیہ میں داخلہ ہوگیا ہے، فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

مجھے وہ لمحہ اچھی طرح یاد ہے جب میں نے اپنے والد صاحب کو آواز دے کر پنجابی میں یہ خوشخبری سنائی کہ ابّا جی میرا داخلہ جامعہ چے ہوگیا جے۔ میرے والد صاحب اپنی کرسی سے اٹھے اور مجھے آکر پیشانی پر بوسہ دیا اور کہنے لگے: ”پتّر اگر تو ڈاکٹر یا انجینئر بن جاندا تے مَنّو کدی وی اینی خوشی نہ ہوندی جنّی اج ہوئی وے“

اگست 2008ء جماعت احمدیہ کے لئے ایک بہت ہی بڑا اور تاریخی دن تھا، اس روز سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جامعہ احمدیہ جرمنی کا افتتاح فرمایا اور ایک ایسا ادارہ معرضِ وجود میں آیا اور روحانی پانی کی ایک ایسی نہر جاری ہوئی جس سے نہ صرف جرمنی سیراب ہوگا بلکہ نہ جانے کہاں کہاں تک اس کا فیض پہنچے گا، ان شاءاللہ العزیز۔

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نالائق کو سات سالہ تعلیمی و تربیتی دور میں سے گزار کر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی روحانی فوج کا ایک ادنیٰ سپاہی بنایا۔ اس کے لئے خاکسار اپنے بہت ہی پیارے، شفیق و مہربان پرنسپل مکرم شمشاد احمد قمر صاحب کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔ یہ آپ کی خصوصی شفقت اور تربیت تھی کہ جس نے مجھ نابکار کو اس مقام تک پہنچایا۔ آپ نے ہمیں بہت کچھ سکھایا اور پڑھایا مگر خلافت احمدیہ سے وفا اور محبت کا ایک ایسا سبق دیا جو بڑا ہی انمول ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس سبق کو ہمیشہ یاد رکھنے والے ہوں، آمین۔ تمام اساتذہ جن سے خاکسار کو پڑھنے کا موقعہ ملا بہت ہی پیارے تھے، ان سب کا انداز تربیت منفرد تھا، خاکسار تمام اساتذہ کے لئے دعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ ان سب کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ جنہوں نے اپنے اپنے رنگ میں ہمیں میدان عمل کے لئے تیار کیا، آمین۔

یہاں اپنے ایک اور شفیق و مہرباں بزرگ محترم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا۔ آپ زمانہ طالب علمی سے میری راہنمائی کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ کی محبت وشفقت اور دعائیں ہیں جن کے ذریعہ سے بہت سے کام آسان ہوتے ہوئے دیکھے۔ جب بھی آپ سے وقت مانگا تو آپ نے ہمیشہ وقت دیا اور اپنی قیمتی نصائح سے نوازا، کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ خاکسار کو جامعہ احمدیہ سے چھٹی ہوتی تو گھر نہ جاتا بلکہ آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کے پاس چلا جاتا، ہمارا موضوعِ سخن اکثر تعلق باللہ ہوتا۔ خاکسار کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے شاہد کلاس میں آپ ہی کی زیرِ نگرانی مجھے مقالہ بعنوان ”دو جرمن مستشرقین کے آنحضرت ﷺ پر اعتراضات اور جوابات“ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، الحمدللہ۔

یہاں خاکسار طالب علمی کے دور کے ایک واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ صرف یہ بتانے کے لئے کہ مولیٰ کریم کس طرح اپنی شانِ کریمی کا اظہار کرتے ہوئے کمزوروں اور نالائقوں کی مدد فرماتا ہے۔ خاکسار جامعہ احمدیہ جرمنی میں درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا، ان دنوں خاکسار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب برکات الدعا اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی کتاب حیاتِ قدسی کا مطالعہ کر رہا تھا اور ہمارے امتحانات کے دن بھی قریب تھے۔ دعا کا سلسلہ تو ساتھ ساتھ جاری تھا۔ بزرگان سے یہ بات سنی ہوئی تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جس زندہ خدا کا تصوّر پیش کیا ہے وہ تمام طاقتوں کا مالک ہے، وہ ہر دعا سنتا اور قبول کرتا ہے، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے صحابہ کو مکمل پرچہ خواب میں دکھا دیا کرتا تھا۔ لہٰذا خاکسار نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا شروع کر دی کہ اے خدا تو مجھ پر بھی نظر کرم فرما اور اپنے پیار سے مجھے خواب میں پرچہ دکھا دے۔ دوسرے طلباء دن رات محنت کر رہے تھے اور خاکسار اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا کہ اے خدا تو میری راہنمائی فرما کہ علم الکلام کے پرچہ میں کون سے سوالات پوچھے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ دعا کر کے سوجایا کرتا تھا اس سوچ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ یقیناً خواب میں پرچہ دکھا دے گا مگر امتحان

کادن آ گیا مگر کوئی خواب نہ آیا، فجر کی نماز کے لئے وضو کیا اور مسجد چلا گیا۔ ان دنوں میں نماز کا وقت پانچ بجے کے قریب تھا۔ کچھ بے چینی بھی تھی کہ اب نَو بجے امتحان شروع ہونا تھا، فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہمارا یہی معمول ہوتا تھا کہ ہم فجر کے بعد کینٹین میں ناشتہ کرتے تھے۔ لہٰذا خاکسار بھی ناشتہ کے لئے کینٹین چلا گیا۔ وہاں پر میرے ایک بہت ہی پیارے دوست اور کلاس فیلو مکرم بلال اکبر صاحب تھے جو کہ آج فرانس میں بطور مربی سلسلہ خدمات بجا لا رہے ہیں، مجھے کہنے لگے کہ ناشتہ لے کر میرے پاس میز پر آ جاؤ، میں نے اپنا ناشتہ لیا ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ملہی میں نے ابھی خواب میں تمہیں دیکھا ہے اور منظر یہ تھا کہ تم مسجد بیت السبوح میں کھڑے ہو کر مائیکروفون میں اذان دینا چاہتے ہو مگر تم اذان کے الفاظ نہیں کہتے بلکہ تم نے یہ آیت پڑھی کہ

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ الجمعہ:4)

مجھے میری دعا کا جواب مل چکا تھا۔ میں ناشتہ کے بعد فوراً اپنے کمرے میں گیا اور ان بقیہ دو تین گھنٹوں میں اس آیت کے تحت جو پڑھ سکتا تھا، پڑھ لیا۔ جب کمرہ امتحان میں جا کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے بعد پرچہ کو دیکھا کہ تو بالکل وہی آیت تھی اور اسی کے متعلق ایک سوال تھا، جس کا جواب بفضلِ خدا میں دینے میں کامیاب ہو گیا اور اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا۔

17/ اکتوبر 2015ء کا دن بھی میری زندگی کا ایک بہت ہی بابرکت دن تھا۔ اس روز حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دستِ مبارک سے خاکسار کو شاہد کی ڈگری سے نوازا اور سلطانِ نصیر کے طور پر اپنی فوج میں باقاعدہ شامل فرما لیا۔

اب مربی بننے کے بعد جماعتی پروگراموں میں شامل ہو کر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ نمازوں کے بعد درسِ قرآن اور ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ روزانہ کے معمولات میں شامل ہے۔ نماز تہجد بھی زیادہ سے زیادہ ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اپنے ذاتی مطالعہ اور خاندان کے لئے وقت نکالتا ہوں۔ تعلیمی اور تربیتی جماعتی پروگراموں کے لئے قبل از وقت تیاری کرتا اور سونے سے قبل ڈائری لکھتا ہوں۔ احباب جماعت سے حسبِ ضرورت ملاقاتیں بھی کرتا ہوں۔ کئی احباب اپنے مسائل کے بارہ مشورہ کرتے ہیں، ان کی بھی حتی المقدور مدد کرتا ہوں۔ ساری جماعت کے افراد کی تعلیم و تربیت کی کوشش کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتا ہوں کہ ہمیں یہی بتایا گیا ہے کہ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار دعا ہی ہے۔ روزمرہ کے حالات سے واقفیت کے لئے ذرائع ابلاغ سے استفادہ کرتا ہوں۔ خاکسار کی ایک بیٹی عزیزہ امۃ الولی زہرہ ہے اور وہ بھی تحریک وقفِ نَو کی مجاہدہ ہے۔

ایک واقفِ زندگی یقیناً ساری عمر خلافت کی برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔ طالب علمی اور پھر عملی زندگی کے دوران ہر قدم پر ہی برکات اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہیں جن کا وہ مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ ہر واقفِ زندگی حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم مشن کا سپاہی ہے۔ اس کا سارا وقت تبلیغ، تربیت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں گذرتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد خود بھی ادا کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس طرح صرف ایک دن میں ایک واقفِ زندگی جتنی نیکیاں کما لیتا ہے وہ سب وقف کی برکات میں سے ہیں اور یہ وہ سرمایہ ہے جسے واقفِ زندگی حیاتِ ابدی کے لئے جمع کرتا رہتا ہے۔ یہ وہ برکات ہیں جن کی قیمت دنیاوی سیم و زر سے لگائی ہی نہیں جا سکتی۔ ہر ماہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں رپورٹ پیش کرتا ہوں جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے رہنمائی اور دعائیں ملتی ہیں جو اس زمانہ کی سب سے بڑی برکت ہے۔ خلیفۃ المسیح خطبہ جمعہ میں جو بھی نصائح فرمائیں اس کے اوّلین مخاطب واقفِ زندگی ہی ہوتے ہیں۔ حضور انور کا خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اکتوبر 2016ء بمقام کینیڈا واقفین زندگی کے لئے مشعل راہ ہے۔ ایک مرتبہ ہماری جامعہ کی کلاس کی ملاقات تھی جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہمیشہ اس بات کا دھیان رکھنا کہ کبھی خلیفۂ وقت کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے۔ ایک ذاتی ملاقات میں خاکسار نے پیارے آقا سے پوچھا کہ آپ کا پیار، شفقت اور دعائیں میں کس طرح پا سکتا ہوں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تبسم سے فرمایا کہ اچھے کاموں سے۔ ایک اور ملاقات میں خاکسار نے حضور انور سے پوچھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا پیار کس طرح پا سکتا ہے؟ تو حضور انور نے فرمایا کہ اپنی پنجوقتہ نمازوں کو بہت سنوار کر ادا کیا کرو۔ آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم واقفین زندگی کو حضور انور کا حقیقی سلطانِ نصیر بنائے اور خلیفۃ المسیح کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمائے، تمام واقفین کو اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے کئے ہوئے عہد کو زندگی کے آخری سانس تک وفا کے ساتھ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مریخ پر زندگی کی تلاش

امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا نے مورخہ 18 فروری 2021ء کو Perseverance نامی ایک خلائی مشن میں خودکار گاڑی rover کامیابی کے ساتھ مریخ کی سطح پر اتار دی۔ خلائی تحقیق اور دیگر سیاروں پر زندگی کی تلاش کے سلسلہ میں یہ ایک نہایت اہم قدم یا سنگ میل قرار دیا جا رہا ہے۔ اس روبوٹ پر انتہائی جدید کیمرے اور مائکروفونز نصب ہیں۔ گزشتہ دنوں آوازیں اور تصاویر زمین پر بھجوائیں ہیں جو اس سے قبل انسان نے کبھی نہ سنی تھیں۔ ان میں مریخ پر اس روبورٹ کے ٹائروں کے نشان اور اس کی رگڑ سے پیدا ہونے والی آوازیں شامل ہیں۔ نیز اس کے لینڈ کرتے وقت مریخ پر اڑتی مٹی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اس دہائی کے آخیر تک مریخ سے پتھروں کے نمونے زمین تک لائے جا سکیں گے اور اس روبوٹ کی مدد سے مریخ پر زندگی کی تلاش کے سلسلہ میں ایسے اقدامات کیے جا سکیں گے جن کا تصور بھی اس سے قبل نہیں کیا جا سکتا تھا۔

https://www.nasa.gov/

(مرسلہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب)

میرے والد محترم

مکرم ناصر پیٹر لُطسین صاحب مرحوم

(زیر نظر مضمون محترم ناصر پیٹر لُطسین صاحب مرحوم کی بیٹی محترمہ ہائیکے لُطسین صاحبہ کی طرف سے مہیا کی گئی معلومات پر مشتمل ہے جو انہوں نے ممبر تاریخ کمیٹی جرمنی مکرم محمد انیس دیالگڑھی صاحب کو انٹرویو کے دوران بتائیں)

میرے والد مکرم ناصر لُطسین صاحب 31 دسمبر 1935ء کو Breslau میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر اس وقت جرمنی کی ریاست کا حصہ تھا۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمہ کے بعد رشین بلاک بنا تو یہ شہر پولینڈ میں شامل کر دیا گیا۔ چنانچہ مکرم لُطسین صاحب کے والدین Breslau سے ہجرت کر کے Hannover کے قریبی شہر Heide میں آ کر آباد ہو گئے۔ وہیں مرحوم نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ جنگ عظیم کی وجہ سے لمبا عرصہ سکول بند رہے تھے لہٰذا دوسرے طالب علموں کی طرح میرے والد صاحب کے بھی کئی سال ضائع ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے والد صاحب نے 24 سال کی عمر میں Abitur کیا اور Hannover میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے بعد Elektrotechnik Ingenieur میں ڈپلوما یعنی ماسٹرز کیا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف کمپنیوں میں کام کیا۔ مکرم ناصر صاحب مرحوم نے تعلیم تو انجینئرنگ میں حاصل کی تھی مگر ان کی طبعی دلچسپی بیالوجی میں تھی کیونکہ آپ مظاہر قدرت کے شیدائی تھے۔

تعلیم کے دوران ان کی ملاقات ایک شامی مسلمان سے ہوئی جس کے ذریعہ ان کو پہلی بار اسلام کا تعارف حاصل ہوا۔ آپ عربی تمدن اور زبان سے بہت متاثر ہوئے کسی حد تک کہ عربی زبان بھی کسی قدر سیکھی مگر بعد میں بھول گئے۔ اسی دوران انہوں نے قرآن کریم کا مطالعہ بھی کیا۔ حسن اتفاق ہے کہ پہلا جرمن ترجمہ والا قرآن کریم جو انہیں ملا، وہ جماعت احمدیہ مسلمہ کا ہی شائع کردہ تھا۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ایک بار بچپن میں سکول کے استاد نے مجھے سزا کے طور پر اسلام پر ایک مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ یہ واقعہ اکثر سنایا کرتے تھے، شاید سوچتے ہوں گے کہ وہی سزا بعد میں عظیم الشان جزاء پر منتج ہوئی۔

1978ء میں محترم ناصر صاحب نے میری والدہ محترمہ ELKE LUTZIN صاحبہ سے شادی کی۔ اسلام احمدیت قبول کرنے میں ان سے زیادہ میری والدہ محترمہ کا عمل دخل ہے کیونکہ میری والدہ مذہب کی ضرورت اور اہمیت کی بہت زیادہ قائل تھیں جبکہ قدرت کے دلدادہ ہونے کی وجہ سے میرے والد صاحب کا رجحان بیالوجی کی طرف رہتا اور سمجھتے تھے کہ خدا کی تخلیق اور صناعی کا اِدراک حاصل کرنا مذہب سے زیادہ ضروری ہے۔ ان کو عیسائیت میں ایسی کوئی بات نظر نہ آتی تھی کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عیسائی ہونے کے باوجود عیسائیت سے بہت دور تھے۔ مگر میری والدہ کا خیال تھا کہ مذہب بہت ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کے اخلاق اور اعمال پر اثرانداز ہوتا ہے۔ لہٰذا شادی کے بعد دونوں نے سچے مذہب کی تلاش شروع کر دی اور بہت سے مذاہب کا علم حاصل کیا لہٰذا بدھ ازم اور مورمون کے ساتھ بھی ایک عرصہ منسلک رہے۔

1983ء کے ایک روز میرے والدین Hannover شہر کے مرکزی بازار سے گذر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک سٹال پر پڑی جو محض ایک میز پر مشتمل تھا اور جس پر چند تعارفی کتب پڑی تھیں اور اس کے پیچھے ایک دو غیر ملکی نوجوان کھڑے تھے۔ ان سے آپ کا تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ یہ اسلام کی نمائندہ جماعت احمدیہ کا تبلیغی سٹال ہے۔ چنانچہ ان نوجوانوں سے سوالات بھی کئے اور لٹریچر بھی ساتھ لے لیا۔ لٹریچر پڑھنے کے بعد انہوں نے دوبارہ ان لوگوں سے رابطہ کر کے ملاقات کی۔ ان میں سے ایک مکرم کلیم اسلم صاحب تھے اور دوسرے محمود احمد ناصر صاحب جو بعد میں پاکستان واپس چلے گئے تھے تاہم اس وقت بیلجیئم میں آباد ہیں اور تیسرے بشیر احمد نجمی صاحب تھے جو وفات پا چکے ہیں۔ ان تینوں نے اپنے ہاں آنے اور کھانے کی دعوت دی۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا لہٰذا افطاری پر میرے والدین ان کے گھر گئے۔ ان لوگوں نے فرش پر پرانے اخبار بچھا کر کھانا لگایا ہوا تھا۔ کھانا نہایت لذیذ تھا مگر ان لوگوں کی سادگی اور مہمان نوازی کا اثر اس کی لذت سے کہیں زیادہ تھا۔ کھانے کے بعد گفتگو بھی ہوئی اور پھر ان کے گھر آنا جانا شروع ہو گیا۔

چند مہینوں تک مطالعہ اور تحقیق کرنے کے بعد 1984ء میں میرے والدین بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہو گئے، یہ موقع عید کا تھا جب ہمبرگ میں متعین مربی سلسلہ مکرم لئیق احمد منیر صاحب کی ہدایت پر مقامی دوستوں کے ہمراہ محترم ناصر صاحب ہمبرگ گئے اور بیعت کرنے کی سعادت پائی۔ اس کے بعد یہ تعلق مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ جلسہ سالانہ میں باقاعدگی سے شامل ہوتے، خصوصاً ناصر باغ گروس گیراؤ کے جلسوں کو بہت یاد کرتے کہ قدرتی اور کھلی فضا میں ہونے کی وجہ سے یہاں ایک عجیب پرلطف اور پراثر ماحول ہوتا تھا۔ ایک جلسہ سالانہ پر ان کو تقریر کرنے کا موقع بھی ملا، آپ کی یہ تقریر سوئٹزرلینڈ سے شائع ہونے والے جرمن رسالہ DER ISLAM میں بھی چھپی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی سوال و جواب کی مجالس میں ضرور شامل ہوتے۔ جلسہ سالانہ جرمنی 1985ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے پہلی ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1986ء کے جلسہ سالانہ پر شعبہ بجلی میں ڈیوٹی دینے کی توفیق ملی۔ اسی دوران وہ زمین پر بیٹھے کام کر رہے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ وہاں تشریف لے آئے اور والد صاحب سے استفسار فرمایا کہ کیا کر رہے ہیں؟ برطانیہ کے جلسوں پر بھی کوشش کر کے حاضر ہوتے اور اسے سعادت سمجھتے تھے۔

آپ کسی لمحہ بھی فارغ نہیں رہتے تھے۔ جیسا کہ ذکر گزر چکا ہے کہ بیالوجی سے انہیں خاص رغبت تھی اس لئے پھولوں اور درختوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ جنگل کی سیر سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ شکار کا بھی شوق تھا۔ اس غرض سے اسلحہ کا لائسنس بھی حاصل کیا ہوا تھا۔ غوطہ خوری اور موٹر سائیکل چلانے کا بھی شوق تھا۔ مگر ٹوٹی پھوٹی چیزوں کو جوڑ کر ان کو کارآمد بنانا ان کا سب سے محبوب مشغلہ تھا۔ ایک وائرلیس سیٹ بھی رکھا ہوا تھا۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ میری والدہ کی مذہب سے خاص دلچسپی اور سچے مذہب کی تلاش کے شوق نے ان کو احمدیت کی طرف مائل کیا اور پھر ان کا زندہ خدا سے زندہ تعلق بھی قائم ہوا اور دعاؤں کی قبولیت کا نشان کئی مرتبہ دیکھا۔ میری والدہ ایک آنکھ سے معذور تھیں۔ 1986ء میں جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئیں تو اچانک ان کی بینائی کسی حد تک لوٹ آئی۔ پہلے تو آنکھ بالکل بند تھی مگر پھر اسی آنکھ سے تھوڑا تھوڑا نظر آنا شروع ہوگیا۔ اب جس کی ایک آنکھ بالکل ختم ہو اس کے لئے یہ بات معجزے سے کم نہیں اور یہ معجزہ 11 سال بینائی سے محروم رہنے کے بعد ہوا تھا۔

میرے والدین جب لندن جاتے تو ایک جرمن احمدی محترمہ خدیجہ جمیلہ کوپ مَن صاحبہ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک روز میرے والدین ان کے گھر سے سیر کی غرض سے باہر نکلے تو کچھ زیادہ ہی دور چلے گئے، واپس آنے لگے تو راستہ بھول گئے۔ اندھیرا بڑھنے کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی بڑھ رہی تھی۔ یہ دونوں ایک ایسی سڑک پر کھڑے تھے جہاں ٹریفک بہت زیادہ تھی اور کچھ پتا نہ تھا کہ کہاں کھڑے ہیں۔ جب اندھیرا مزید گہرا ہوگیا اور راستہ بھی کھو گیا تو میری والدہ صاحبہ نے کہا کہ آؤ دعا کرتے ہیں۔ ابھی دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ محترمہ خدیجہ صاحبہ کے داماد اپنی گاڑی کے ساتھ ان کے سامنے کھڑے کہہ رہے تھے کہ آئیں گاڑی میں بیٹھیں، میں آپ کو گھر لے جاؤں۔ قبولیت دعا کے اس نظارے نے ان کے ایمان کو مزید تازگی اور تقویت بخشی۔

اسی طرح ایک بار جلسہ سالانہ کے بعد ناصر باغ (گروس گیراؤ) سے واپس آ رہے تھے کہ موٹر وے پر گاڑی خراب ہوگئی۔ اس وقت موبائل فون تو ہوتے نہیں تھے صرف موٹر وے پر ہی فون ہوتا تھا۔ ٹیلی فون بوتھ ڈھونڈنے سے قبل میری والدہ نے کہا کہ آؤ دعا کرتے ہیں۔ ابھی وہ دعا کر ہی رہے تھے کہ اچانک ADAC کی گاڑی جو اتفاقاً وہاں سے گزر رہی تھی، آپ کو یوں کھڑا دیکھ کر رُک گئی اور پوچھا کہ کیا آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہے؟

آخر پر میں یہ بتانا ضروری سمجھتی ہوں کہ مکرم ناصر پیٹر لُطسین صاحب میرے سگے والد نہیں تھے مگر انہوں نے مجھے حقیقی والد کا پیار دیا اور ہر طرح میرا خیال رکھا۔ حتیٰ کہ جیسے لوگ اپنے بچوں کے لئے سیونگ اکاؤنٹ کھولتے ہیں اسی طرح انہوں نے بچپن میں ہی میرے لئے سیونگ اکاؤنٹ کھولا جس میں باقاعدگی سے رقم جمع کرواتے تھے جو بعد میں میرے کام آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اس پیار اور شفقت کی جزا دے، آمین۔

موصوف 20 جنوری 2021ء کو Großgoltern میں وفات پا گئے اور وہیں مقامی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ غائب مسجد سمیع ہانوفر میں ادا کی گئی۔

بقیہ: میرے آقا کی دعائیں میرا سرمایہ ہیں از صفحہ 34

منیب احمد ابھی پیدا ہی ہوا تھا۔ حضور انور نے استفسار فرمایا کہ بچہ ہوگیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے فزکس میں ماسٹر کرلیا ہے اور اب میں اپنے آپ کو خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ اگر افریقہ بھیجوں تو مچھر تو نہیں کاٹیں گے؟ فرمایا تمہاری بیوی تو ربوہ کی ہے۔ اسے تو نہیں کاٹیں گے۔ تم بتاؤ۔ میں نے عرض کیا حضور انور کا ہر فیصلہ ماننا میرے لئے باعث سعادت ہے اور اپنے آپ کو ہر خدمت کے لئے پیش کر دیا۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے میں بعد میں بتاؤں گا۔

حسنات صاحب نے مزید بتایا کہ 2012ء کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی مقرر فرما دیا۔ چھ سالہ صدارت کے دوران حضور اقدس کے ساتھ متعدد مواقع ملاقات کے نصیب ہوئے۔ ان میں دی گئی ہدایات میری ساری زندگی کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ساتھ ساتھ اپنے علم کو بڑھانے اور جماعت کے لئے صلاحیتوں اور تجربات کو وسیع کرنے کی بھی راہنمائی فرمائی۔ وقف اور خدمت کے حوالہ سے براہ راست راہنمائی فرماتے رہے۔

پھر اسی سال 2012ء کے بالکل آخر پر نیشنل عاملہ جرمنی کی ایک میٹنگ میں خاکسار سے دوبارہ وقف کے حوالہ سے بات کی اور اسی موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایڈیشنل وکیل التبشیر مکرم عبدالماجد طاہر صاحب کو جائزہ لینے کا ارشاد فرمایا۔ میں عملی طور پر افریقہ جانے کی تیاری میں مصروف ہوگیا لیکن بعد میں وکالت تبشیر کی طرف سے جو خط آیا اس میں حضور کا ارشاد تھا کہ آپ شعبہ تصنیف جماعت جرمنی میں خدمت سرانجام دیں اور یہ باقاعدہ تقرر کا خط تھا۔

الحمد للہ اب میں بطور واقف زندگی خدمت کی توفیق پا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری حقیر خدمات کو قبول فرمائے اور وقفِ زندگی کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے، آمین۔

ایک شریف النفس اور مخلص و باوفا شخص

مکرم لُطسین صاحب مرحوم کے بارے میں ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی نے اُن مختلف احباب سے تاثرات معلوم کئے ہیں جن کا مرحوم کے ساتھ ابتداء سے تعلق رہا۔ اس بارہ میں اگر کسی اَور دوست کے علم میں مرحوم کے حالات و واقعات ہوں تو ان سے بھی درخواست ہے کہ ادارہ کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

مکرم مولانا لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ نے بتایا: مکرم لُطسین صاحب کا سارا خاندان احمدی تھا۔ اُس وقت ہم کہا کرتے تھے کہ یہ واحد جرمن احمدی فیملی ہے۔ آپ بہت اِخلاص رکھنے والے، کم گو اور شریف النفس تھے۔ اور اپنے افراد خانہ کو لے کر تمام جماعتی پروگراموں میں شریک ہوتے تھے اور اس کے لئے اکثر ہمبرگ تک سفر کرنا پڑتا جو ان کی رہائش سے خاصا دور ہے۔ مالی قربانی میں بھی لُطسین صاحب پیش پیش رہتے تھے۔ تبلیغی پروگراموں میں لیکچر دیتے تھے۔ انتہائی دھیمے اور نرم لہجے میں اسلام کا پیغام بہت عمدگی سے پہنچاتے تھے۔ میں نے انہیں کبھی غصہ میں نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔

ایک اور خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہانوفر کے قریب ایک علاقہ Celle ہے جہاں بہت سے جرمن نژاد بیعت کرکے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ جرمن ہونے کے ناطے بہت جلد لُطسین صاحب کے ان کے ساتھ گہرے مراسم ہوگئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان میں سے اکثر افراد جماعت پر اعتراض کرنے لگ گئے تھے اور پھر آہستہ آہستہ جماعت بھی چھوڑ گئے مگر لُطسین صاحب ان کے ساتھ مضبوط تعلق ہونے کے باوجود پوری وفا، محبت اور خلوص کے ساتھ جماعت سے ہی وابستہ رہے اور ان کی ذرہ برابر پروانہ کی۔

مکرم محمود احمد ناصر (برسلز بیلجیئم) ابن چوہدری غلام محمد صاحب مرحوم سابق باڈی گارڈ لکھتے ہیں:

خاکسار 1982ء تا 1984ء Hannover جرمنی میں رہائش پذیر تھا۔ Hannover HBF کی طرف جو مین بازار جاتا ہے اُس میں کروپکے سٹاپ کے پاس جماعتی ہدایات کے مطابق ہفتہ میں دو تین روز تبلیغی سٹال لگایا جاتا تھا۔ سٹال پر باری باری احباب ڈیوٹی دیتے تھے جن میں خاکسار بھی شامل تھا۔ ایک روز محترم Peter Lutzin صاحب آئے اور سٹال سے ایک دو قدم دور کھڑے ہو کر جائزہ لیتے رہے۔ خاکسار نے انہیں دیکھا تو سٹال پر آنے کی دعوت دی جس پر وہ آگے بڑھے اور کتابیں دیکھتے رہے اور وہاں لگی ہوئی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کو بھی غور سے دیکھنے لگے جس کے نیچے ”مسیح موعود آچکے ہیں“ لکھا تھا۔ اُس وقت جرمن زبان میں چند ایک کتب تھیں۔ خاکسار نے اپنی سی کوشش سے اُن کو جماعت کا تعارف کروایا اور جرمن زبان میں کتاب ”60 سوال اور اُن کے جواب“ اُن کی خدمت میں پیش کی۔ جس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ یہ پہلی کتاب تھی جو اُنہوں نے جماعت کے بارہ میں پڑھی، اس طرح اُن سے رابطہ شروع ہوگیا۔ اُس کے بعد جب بھی تبلیغی سٹال لگایا جاتا تو محترم لُطسین صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ سٹال پر آجاتے اور کافی وقت ساتھ گذارتے اور نئی سے نئی کتاب لے کر پڑھتے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بھی سٹال کے پاس بیٹھ کر بڑی گہرائی اور دلجمعی سے پڑھتے اور دونوں میاں بیوی وہاں بھی آپس میں گفتگو کرتے۔ اسلام واحمدیت کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے اور جلد سمجھنے کا شوق ان دونوں میاں بیوی کو جنون کی حد تک تھا۔

خاکسار اُن دنوں مکرم کلیم احمد اسلم صاحب اور محترم بشیر احمد نجمی صاحب مرحوم کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ ہم نے مل کر محترم ناصر لُطسین صاحب کو گھر میں کھانے کی دعوت دی۔ دونوں میاں بیوی اپنے بیٹے سمیت ہمارے ہاں کھانے پر آئے اور کھانے کے دوران ہی اپنی علمی پیاس بھی بجھاتے رہے۔ بہرحال اس فیملی کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ تعلق مضبوط ہوتا گیا خاکسار محترم ناصر لُطسین صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ کو (تانتے) خالہ کہتا تھا۔ قرآن مجید اور احادیث کو بہت غور و تدبر سے پڑھتے تھے پھر ان موضوعات پر میاں بیوی آپس میں بڑی مثبت گفتگو کرتے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ بیعت کرنے سے پہلے انہوں نے کافی لٹریچر پڑھ لیا تھا۔ اُن دنوں فضل عمر مسجد ہمبرگ میں محترم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ متعین تھے۔ جب وہ دورہ پر آتے تھے تو ان سے بھی ملاقات ہوتی۔

کچھ عرصہ بعد رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہوا تو محترم لُطسین صاحب کے ساتھ پروگرام بنایا گیا کہ اس مرتبہ عید الفطر فضل عمر مسجد ہمبرگ ادا کرنے جائیں گے کیونکہ اس وقت تک محترم لُطسین صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ جماعت اور اسلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر چکے تھے اور کافی مطالعہ کر چکے تھے۔ موصوف اور ان کی اہلیہ محترمہ اس بات پر بہت خوش ہوئے۔ محترم مربی صاحب سے رابطہ کرکے بتایا کہ اس مرتبہ عید پڑھنے کے لئے اس فیملی سمیت آئیں گے۔ محترم مربی صاحب نے یہ استفسار کیا کہ کہ اس فیملی کا بیعت

کرنے کا ارادہ بنا ہے یا کہ نہیں؟ اسی روز شام کو ہی خاکسار نے محترم لُطسین صاحب سے رابطہ کیا اور اُن سے پوچھا کہ بیعت کا کیا ارادہ ہے۔فون پر بات ہو رہی تھی تو خاکسار نے اُن سے کہا کہ آپ احمدیت کو سچا مانتے ہیں، اسلام کی تعلیمات کو حق پر مبنی سمجھتے ہیں، حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں، قرآن کو آخری الہامی کتاب اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح اور مہدی یقین کرتے ہیں تو پھر بیعت کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں؟ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ خاکسار کا اتنا کہنا تھا کہ اُن دونوں میاں بیوی نے فون پر ہی یک زبان کہا کہ آپ ابھی بیعت فارم لے کر آئیں ہم ابھی بیعت کریں گے اور پھر صبح نماز عید کے لئے ہمبرگ جائیں گے۔ یوں خدا کے فضل سے وہ موقع آ گیا کہ انہوں نے بیعت کرنے کی حامی بھر لی۔

خاکسار نے اُن سے فون بند کرکے دوبارہ محترم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ سے رابطہ کرکے یہ خوشخبری سنائی۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ ہے خاکسار اُسی وقت رات کو بیعت فارم لے کر اُن کے گھر گیا اور فارم پُر کروائے۔ بیعت فارم پُر کرکے دونوں میاں بیوی بہت خوش تھے۔ صبح نماز عید کے لئے اُن کی گاڑی جو کہ ہلکے نیلے رنگ کا VW ڈبہ تھا، پر نماز عید کے لئے ہمبرگ گئے۔

محترم ناصر لُطسین صاحب بہت ہی علم دوست، بہت بااخلاق، شریف النفس، اعلیٰ تعلیم یافتہ، سادگی پسند غرض بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ چہرے پر ہروقت مسکراہٹ ہوتی۔ خلیفۃ المسیح کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی آنکھوں میں غیرمعمولی چمک آجاتی۔ دونوں میاں بیوی مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ بیعت کرتے ہی چندہ دینا شروع کر دیا تھا۔میرے ناقص علم کے مطابق اُس وقت تک یہ پہلی جرمن فیملی تھی جس نے بیعت کی تھی۔ خاکسار کے ساتھ اُن کا بہت تعلق تھا۔ بہت ہی محبت سے پیش آتے۔ جب خاکسار 1984ء میں پاکستان واپس جانے لگا تو خاکسار کے بیٹے کے لئے جو پاکستان میں تھا ایک مہنگی اور خوب صورت Kinderwagen بطور تحفہ لے کر دی۔ خاکسار 1998ء میں بیلجیم آ گیا۔ اس کے بعد خاکسار جلسہ سالانہ جرمنی 2001ء میں شمولیت کے لئے گیا تو ایک روز خاکسار نے محترم ناصر لُطسین صاحب کی اہلیہ محترمہ کو جلسہ گاہ میں دیکھا۔ اُن کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا۔ اُنہوں نے فوراً پہچان لیا اور بہت خوشی سے ملیں۔ محترم لُطسین صاحب کچھ دُور تھے، اُن کو آواز دی اور بُلایا اور کہنے لگیں کہ پہچانیں یہ کون ہے؟ بہرحال اُنہوں نے بھی اتنا عرصہ بعد ملنے پر بہت زیادہ خوشی اظہار کیا۔ اپنی بیٹی کا بھی تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ اُس نے بھی اللہ کے فضل سے احمدیت قبول کرلی ہے۔

مکرم کلیم احمد اسلم حال شوال باخ نزد فرانکفرٹ ابن مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

لندن ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت میں تبلیغ کے حوالہ سے غیرمعمولی بیداری پیدا کی۔اس کا آغاز کیسیٹس سے ہوا تھا بعد میں جماعتوں نے شہروں کے مرکزی مقامات پر انتظامیہ سے اجازت لے کر تبلیغی سٹال لگانے شروع کئے۔ چنانچہ جماعت ہانوفر نے بھی تبلیغی سٹال کا آغاز کیا۔سب سے پہلے برادرم رشید احمد صاحب نے جو کہ ربوہ سے آئے ہوئے تھے، شروع کیا۔ سیاسی پناہ کا کیس ختم ہونے کے بعد وہ پاکستان چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہفتہ کے روز دوبارہ تبلیغی سٹال لگانا شروع کیا گیا۔ سٹال پر مختلف قومیتوں کے لوگ آتے تھے۔ ایک بجے تک سٹال لگتا تھا اور چار بجے شام گھر میں تبلیغی نشست ہوتی تھی۔اس وقت خاکسار کے علاوہ محترم ناصر محمود صاحب حال بیلجیئم، مکرم بشیر احمد نجمی صاحب مرحوم (ناصر دواخانہ ربوہ) اور اس وقت کے صدر جماعت مکرم خواجہ رفیق احمد صاحب اور بعض دیگر دوست بھی تعاون کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے، آمین۔

بیعت کرنے کے بعد مکرم لطسین صاحب کے ساتھ ایک یادگار تصویر

دائیں سے بائیں۔مکرم کلیم احمد اسلم صاحب۔مکرم محمود احمد ناصر سراء صاحب۔مکرم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ جرمنی۔مکرم ناصر پیٹر لُطسین صاحب مرحوم

ایک روز محترم ناصر لُطسین صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ سٹال پر تشریف لائے اور مختلف سوالات کئے اور دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے چند کتب مطالعہ کے لئے ساتھ لے گئے۔ پھر ہم نے ان کو گھر آنے کی دعوت دی۔ وہ دونوں گھر آئے، کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ چائے اور کھانے سے تواضع کی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ بھی دوست آتے تھے لیکن لُطسین صاحب کی دلچسپی بڑھتی گئی۔ اس وقت کے مربی سلسلہ محترم لئیق احمد منیر صاحب اور بعد میں مکرم حیدرعلی ظفر صاحب سے بھی ملاقات ہوتی رہی۔

جب محترم لئیق منیر صاحب نے محسوس کیا کہ کافی دلچسپی لیتے ہیں تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ یہ بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟ چنانچہ ان سے بات کی گئی تو انہوں نے بیعت کرنے اور عیدالفطر پر ہمبرگ جانے کے لئے رضامندی کا اظہار کیا۔ ہم نے سفرخرچ کی پیش کش کی تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا کام ہے اور ہم ہی کریں گے۔ چنانچہ عید کے بعد ان دونوں نے بیعت کی۔ اُس وقت کسی کے پاس اپنی گاڑی نہیں تھی اور نہ ہی جرمن زبان اچھی طرح آتی تھی۔لیکن جب روح نیک ہو تو زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

محترم ناصر لُطسین صاحب انتہائی سادہ مزاج، بہت نیک، شریف النفس انسان تھے۔ بیعت کے بعد نماز یاد کرلی تھی اور دونوں نماز گھر میں پڑھتے تھے۔جس کو دیکھ کر ان کی بیٹی ان کو مذاق کرتی تھی کہ آپ دونوں کو کیا ہوگیا ہے۔ ان کی کوشش رہی کہ بیٹی اور چھوٹا بیٹا بھی احمدی ہوجائیں اور یقیناً دعا بھی کرتے ہوں گے۔ کچھ عرصہ بعد پتہ چلا کہ بیٹی بھی احمدی ہوگئی ہے۔ انہوں نے کئی مرتبہ مقامی نماز سنٹر میں جمعہ بھی پڑھایا۔خطبہ کے لئے حسب ضرورت کوئی موضوع منتخب کرکے تیاری کرتے پھر خطبہ دیتے تھے۔ خاکسار کی بیگم کے پاکستان سے آنے کے بعد گھریلو تعلقات ہوگئے تھے۔ بہت ملنسار تھے۔ ان دونوں میاں بیوی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

مکرم رانا امتیاز احمد صاحب، سابق صدر جماعت ہانوفر لکھتے ہیں:

جماعت Hannover کے ایک جرمن نژاد احمدی دوست مکرم ناصر پیٹر لُطسین صاحب مؤرخہ 20 جنوری 2021ء کو وفات پاگئے، اناللہ انا الیہ راجعون۔ خاکسار کی ان کے ساتھ پہلی ملاقات 1996ء میں ہوئی جب میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہانوفر منتقل ہوا تھا۔جس کے بعد خاکسار کو یہاں صدر جماعت، ریجنل امیر اور لوکل امیر کی حیثیت سے خدمات کا موقع ملا،اس اعتبار سے مکرم ناصر لُطسین صاحب مرحوم کے ساتھ بھی رابطہ رہا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہمیں اُن کی ہمیشہ ضرورت ہوتی تھی تو غلط نہ ہوگا کیونکہ ابھی ہمارے بچے اس قابل نہیں ہوئے تھے کہ جرمن زبان بول سکیں چنانچہ ہمیں جماعتی خدمات کے دوران جرمن زبان میں گفتگو کرنے کے لئے اُن کی اکثر ضرورت پڑتی تھی جس کے لئے مرحوم ہمیشہ تیار رہتے اور پوری بشاشت کے ساتھ ہر ممکن مدد کرتے۔ مقامی نماز سنٹر میں اکثر جمعہ کی نماز وہی پڑھاتے تھے اور جرمن زبان میں خطبہ دیتے تھے۔ اسی طرح کسی پروگرام میں تلاوت کے بعد جرمن ترجمہ کرنا ہوتا تو اُن سے درخواست کی جاتی تھی۔قرآن کریم وہ ترجمہ کے ساتھ غور سے پڑھتے تھے اور خاکسار کو ایک بار کہنے لگے کہ یہ ترجمہ وقت کے مطابق نہیں ہے اور یہ نئے وقت کے مطابق ترجمہ ہونا چاہیے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ اس پر نظر ثانی ہو رہی ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔

جب 2000ء میں مسجد سمیع ہانوفر کے لئے زمین کی خرید کا معاملہ شروع ہوا اور مسجد کے مخالفین نے باقاعدہ ایک تنظیم بنا لی تو پھر Rathaus اور مسجد کے علاقہ میں بہت سی میٹنگز ہوئیں۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کو انٹرویوز دیئے۔ ان تمام مواقع پر وہ خاکسار کے ساتھ رہے۔بعض اوقات مخالفین مشتعل ہو کر شور بھی ڈالتے اور ڈر لگتا تھا کہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں لیکن ناصر پیٹر لُطسین صاحب گھبراتے نہیں تھے اور ہمیشہ اگلے پروگرام میں پھر موجود ہوتے تھے۔

2005ء میں مرکز کی طرف سے ریجن کو جرمن زبان میں ترجمہ کے لئے احادیث بھجوائی گئیں۔ چنانچہ خاکسار نے ہانوفر میں جو ٹیم بنائی، اس میں ناصر پیٹر لُطسین صاحب بھی شامل تھے اور موصوف جرمن زبان کی درستگی کے کام میں بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے۔

مرحوم ناصر لُطسین صاحب بہت سادہ مزاج تھے، صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ایک بار کسی نے اجلاس کے موقع پر شادی کی خوشی میں لڈو تقسیم کئے۔ جب تمام احباب چلے گئے تو میں نماز سنٹر کو تالہ لگانے سے پہلے سارے کمرے چیک کرنے گیا تو دیکھا کہ مکرم ناصر لُطسین صاحب مرحوم اجلاس والے کمرے میں خاموشی سے نیچے بیٹھ کر لڈوؤں کے گرے ہوئے ذرّے اکٹھے کر رہے تھے۔تبلیغی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

جماعت ہانوفر کے کچھ اَور دوستوں نے بھی مرحوم کے اوصاف کے بارہ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور

مکرم عبدالباسط طارق صاحب کی صدارت میں ایک اجلاس کے دوران مکرم ناصر لُطسین صاحب تقریر کرتے ہوئے

ایک جماعتی پروگرام کے بعد کرسیوں پر عین درمیان میں بیٹھے ہوئے مکرم ناصر پیٹر لُطسین صاحب اور ان کے دائیں طرف مکرم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ

مرحوم کی سادگی، تبلیغی کاموں کے لئے وقت کی قربانی، خوش مزاجی، خلافت سے محبّت اور مالی قربانی کے جذبہ کا نمایاں طور پر کیا ہے۔ آپ کے ساتھ بہت قریبی تعلق رکھنے والے مکرم خواجہ ادریس صاحب کہتے ہیں کہ مرحوم ناصر صاحب سے پہلی ملاقات آج بھی یاد ہے۔ مرحوم کے ساتھ میں نے جرمن زبان میں بات کی تو بہت خوش ہوئے کہ ایک اور جرمن زبان میں بات کرنے والا ہانوفر جماعت میں آ گیا ہے۔ چندہ کی ادائیگی کے بارہ میں اس قدر احتیاط سے کام لیتے کہ سال کے آخر میں بجٹ سے زیادہ ادائیگی کرتے۔ مرحوم کی اہلیہ بتایا کرتی تھیں کہ قبولیتِ احمدیت سے قبل ہماری آپس میں لڑائی ہوتی رہتی تھی لیکن احمدیت کی برکت سے گھر کی لڑائی ختم ہوگئی۔

ان کے سامنے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں نم ہوجاتیں۔ ایک تبلیغی میٹنگ میں مرحوم نے اسلام کی تعلیمات اس قدر خوبصورت انداز میں پیش کیں کہ ایک ستّر سالہ جرمن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے اسلام کے بارہ میں جیسی معلومات آج ملی ہیں آج سے پہلے کبھی نہیں ملیں۔

مکرم الطاف حسین وڑائچ صاحب بتاتے ہیں کہ مکرم ناصر لُطسین صاحب ان کے گھر مع فیملی آتے تھے۔ بچوں کی تعلیم کے بارہ میں مشورہ دیتے اور بعض کتابیں اور کچھ مددگار چیزیں بھی مہیا کرتے۔ مرحوم کے مشوروں کی وجہ سے اللہ کے فضل سے بچے تعلیم میں بہت اچھے ہیں۔

مکرم منظور احمد خالد صاحب کہتے ہیں کہ مرحوم افریقہ میں بہت سے بچوں کی پڑھائی کے لئے اخراجات ادا کرتے تھے۔ ہمیشہ کوشش کرتے کہ ان کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ نماز پڑھانے کا انداز منفرد تھا۔ ایک انتہائی پیارا وجود ہم سے جدا ہوگیا۔

مکرم خواجہ تنویر صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے ناصر لُطسین صاحب کو 1985ء میں پہلی مرتبہ دیکھا۔ خاکسار کو تقریباً دس سال سیکرٹری مال جماعت ہانوفر خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے اور اپنے اوپر بہت کم خرچ کرتے تھے۔ سادہ لباس پہنتے اور جماعت ہانوفر کی بہت ساری مشکلات کو حل کرنے میں انہوں نے مدد کی۔

مکرم خواجہ رفیق احمد صاحب بتاتے ہیں کہ مکرم ناصر لُطسین صاحب ہمارے گھر آیا کرتے تھے اور پاکستانی کھانا بہت شوق سے کھاتے تھے۔

مکرم منصور احمد خالد صاحب کہتے ہیں کہ تبلیغ کے دوران مرحوم کے ساتھ اگر کوئی تلخی سے بھی پیش آتا تو آپ مسکراتے ہوئے جواب دے کر سمجھاتے۔ احمدی بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتے اور اپنی آمدنی سے مستحق طالب علموں کی مدد کرتے تھے۔

چنانچہ اسی ضمن میں مکرم آغا یوسف صاحب نے بتایا کہ مکرم ناصر لُطسین صاحب سے میری ملاقات 1991ء میں ہوئی۔ اُنہوں نے تعلیم کے سلسلہ میں خاکسار کی بھرپور راہنمائی کی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ مرحوم بہت پُرلطف انداز میں السلام علیکم کہتے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرحوم کو اپنی رحمت و مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے خاندان میں احمدیت کی برکات کا سلسلہ جاری رہے، آمین۔

جرمنی میں سیرت النبی ﷺ کے پروگرام

چند ماہ قبل کچھ یورپین ممالک میں مختلف ذرائع ابلاغ پر آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر مختلف قسم کے اعتراض کئے گئے اس صورتحال کے پیشِ نظر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں کہ آنحضرت ﷺ کی خوبصورت سیرۃ طیبہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جرمنی بھر کی جماعتوں میں "آنحضرت ﷺ بحیثیت رحمۃ للعالمین" کے عنوان سے غیرمسلموں کے لئے یہ پروگرام کورونا وبا اور لاک ڈاؤن کی حکومتی پابندیوں کے پیشِ نظر آن لائن منعقد کئے گئے جن میں مربیان سلسلہ نے نہایت مؤثر انداز میں سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ اکثر جرمن مہمانوں نے ان پروگراموں میں نہ صرف دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا بلکہ مربیان سلسلہ سے سیرۃ النبی ﷺ کے بارہ میں سوالات کر کے تسلی بخش جوابات بھی حاصل کئے۔

ماہ جنوری 2021ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پروگرام مندرجہ ذیل 26 جماعتوں میں منعقد ہوئے۔

Ginsheim, Weingarten, Bremen, Hattersheim, Bensheim, Eppelheim, Wabern, Waldshut, Koblenz, Giessen, Münster, Wiesbaden, Lampertheim, Langen, Mörfelden-Walldorf, Kassel, Augsburg, Bad Kreuznach, Bruchsal, Karben, Oldenburg, Weiterstadt Ellwangen, Zwickau, Bad Homburg, Kiel

ان پروگراموں میں سیاسی، سماجی شخصیات کے علاوہ پروفیسرز، میئرز اور لارڈ میئرز نے شرکت کی۔ پروگراموں کی اطلاع اور جماعت کا تعارف لاکھوں افراد تک پہنچانے کے لئے سوشل میڈیا، اخبارات اور جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا گیا۔ ماہ جنوری میں تقریباً 50 اخبارات میں جماعت احمدیہ جرمنی کے متعلق خبریں و اطلاعات شائع ہوئیں۔

(رپورٹ: صفوان احمد ملک۔ کارکن شعبہ تبلیغ جرمنی)

آن لائن تعلیمی و تربیتی کلاس

ناصرات الاحمدیہ جرمنی

لجنہ اماء اللہ جرمنی کو امسال 23 تا 26 دسمبر 2020ء نیشنل سطح پر ناصرات الاحمدیہ کی چار روزہ آن لائن تعلیمی و تربیتی کلاس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جس میں ناصرات الاحمدیہ کے تینوں معیاروں کی کُل 2515 ناصرات شامل ہوئیں۔ تعلیمی و تربیتی کلاس کا موضوع ”اللہ، ہمارا خالق“ مقرر کیا گیا اور اِسی مناسبت سے جرمن زبان میں کلاس کا نصاب ترتیب دیا گیا۔

آن لائن کلاس کی تیاری کا کام کچھ ماہ قبل شروع کیا گیا۔ جس میں نصاب کی تیاری، اساتذہ کرام کا انتخاب، پڑھانے کا پلیٹ فارم اور طریقہ کار شامل تھا۔ نیشنل سیکرٹری تعلیم ناصرات کے ساتھ ان کی ٹیم، ٹیچرز، ہر ریجنل ناظمہ ناصرات سمیت 47 لجنہ ممبرات نے بطور انتظامیہ خدمت کی توفیق پائی، الحمدللہ۔

کلاس کے لیے تمام حصہ لینے والی ناصرات کو آن لائن رجسٹریشن کے بعد ای میل کے ذریعے کلاس میں شامل ہونے کے لئے لنک ارسال کئے گئے۔ تعلیمی و تربیتی کلاس کا نصاب جملہ 286 مجالس میں بذریعہ ڈاک بھجوایا گیا۔ نصاب کا ایک حصہ حفظِ قرآن، ترجمۃ القرآن، حدیث نبوی ﷺ اور حفظ ادعیہ لوکل سطح پہ پڑھایا گیا۔

مرکزی سطح پہ ناصرات الاحمدیہ کے تینوں معیاروں کو الگ الگ پڑھایا گیا۔ ناصرات معیار سوئم کو روزانہ دو گھنٹے اور معیار دوئم اور اوّل کو روزانہ تین گھنٹے پڑھایا گیا۔ آٹھ اساتذہ کرام پر مشتمل ٹیم نے پانچ متفرق موضوعات پڑھائے۔ فقہ میں ناصرات نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرائط نماز کے بارہ میں سیکھا۔ تاریخ اسلام میں حضرت محمد ﷺ کا اللہ پر ایمان اور غارِ حرا کے واقعہ کے بارے میں پڑھایا گیا۔ تاریخ احمدیت میں ناصرات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد محترم کی وفات، الہام ”کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں“ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیوں کے بارے میں پڑھایا گیا۔ تبلیغ میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت سمجھائے گئے اور تلقین عمل میں بچیوں کو تہجد اور نوافل پڑھنے کے بارے میں بتایا گیا۔ تمام لیکچرز میں قرآنی آیات، حدیث نبوی ﷺ اقتباسات، کلپس کی مدد سے بچیوں کی عمر کے مطابق دلچسپ پریزنٹیشن تیار کی گئیں۔ مزید دلچسپی کے لئے، کلپس، کوئز اور سوال و جواب شامل رہے۔ نصاب میں ہر موضوع کے بعد ناصرات کے لیے ورزشی پروگرام شامل کئے گئے۔ مرکزی کلاس کے علاوہ ہر ریجن میں روزانہ ناصرات کے لئے الگ کلاس لگائی جاتی۔ جس میں صرف ریجن کی ناصرات مل کر مشقیں حل کرتیں اور مختلف سوالات پر گفتگو کرتیں، الحمدللہ۔ تمام 26 ریجنز میں بچیوں کے لئے ایسی کلاسیں لگائی گئیں۔ نصاب میں دستکاری (ہینڈی کرافٹ) کا کام بچیوں کو دیا گیا، جو کہ بچیوں نے بہت دلچسپی اور محنت سے کیا اور ان کی تصاویر مرکز میں بھجوائیں، کل 1040 تصاویر موصول ہوئیں، الحمدللہ۔ ان تصاویر کو روزانہ جمع کر کے ایک چھوٹا سا کلپ بنا کر ہر شام سوشل میڈیا پر اپ ڈیٹ کیا جاتا۔ چار دن پڑھائی کے بعد ایک آن لائن امتحانی پرچہ بچیوں کو بھجوایا گیا، جس کو حل کرتے ہی ناصرات کو فوری نتائج ارسال کئے گئے۔ اس امتحان میں 2000 ناصرات شامل ہوئیں، الحمدللہ۔

کلاس کے بعد بہت سی ناصرات اور ماؤں کے خوشی، شکر کے جذبات سے بھرے پیغام آن لائن کلاس کی کامیابی پہ موصول ہوئے، الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ان حالات میں بھی ناصرات الاحمدیہ جرمنی کو نیشنل آن لائن تعلیمی و تربیتی کلاس منعقد کرنے کی توفیق ملی، الحمدللہ۔

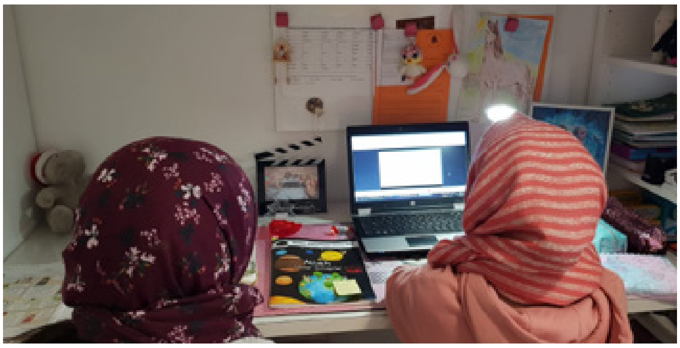

عالمی سطح پر مذہبی آزادی

اور

جرمن حکومت کی تازہ رپورٹ 2020ء

(محمد داؤد مجوکہ۔سیکرٹری امور خارجیہ جرمنی)

جرمنی کی وفاقی حکومت نے دنیا میں مذہبی آزادی کے متعلق 28 اکتوبر 2020ء کو 212 صفحات پر مشتمل رپورٹ جاری کی ہے جو 2018ء اور 2019ء کے واقعات پر مبنی ہے۔ اس میں مختصراً ہر ملک کی صورتحال واضح کی گئی ہے۔ اس سے پہلے 2016ء میں رپورٹ جاری کی گئی تھی اور اس میں بھی مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ پر ڈھائے جانے مظالم کی تفصیل دی گئی تھی۔ موجودہ رپورٹ میں انڈونیشیاء، ملیشیاء، مصر، بنگلادیش اور پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور تشدد کے واقعات کا ذکر ہے۔ پاکستان کے حوالہ سے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. 1990ء سے اب تک مظاہرین اور مسلح تنظیموں کے ہاتھوں کم از کم 65 لوگ توہین رسالت کے الزام میں مارے گئے ہیں۔ (صفحہ 28)

2. جنوبی ایشیا میں پاکستان توہینِ رسالت کے مقدمات میں سرفہرست ہے۔ گزشتہ 30 سالوں میں 1500 سے زائد مقدمات درج ہوئے ہیں۔ درجنوں افراد کو حراست میں لیا گیا اور کم از کم سترہ سزائے موت کی کال کوٹھڑی میں ہیں۔ توہین رسالت کے مقدمے مذہبی اقلیتوں کے خلاف کیے جاتے ہیں جن میں خاص طور پر احمدی اور مسیحی شامل ہیں۔ (صفحہ 27)

3. پاکستان میں توہین رسالت کے قوانین دنیا کے سخت ترین قوانین میں سے ہیں اور پاکستانی معاشرہ میں عوام کی بھاری اکثریت کی حمایت رکھتے ہیں۔ ڈکٹیٹر ضیاء الحق کے زمانہ میں 80 کی دہائی سے یہ قوانین عرب وہابی اثر کے تحت سرکاری سرپرستی میں پھیلائے اور نافذ کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے قانون کی شق 295 سی کے مطابق نبی محمد (ﷺ) کے متعلق توہین، خواہ غیر ارادی ہی ہو، کی سزا موت ہے۔ مذہبی خیالات اور قرآن کی حرمت کے خلاف بات کرنے کی سزا عمر قید ہے۔ (صفحہ 160)

4. توہین رسالت کا قانون اکثر ذاتی جھگڑوں کے لئے غلط طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ہمسائے یا دکاندار اور اکثر زمین کے جھگڑوں میں۔ بسا اوقات مسلمان بھی اس کا شکار ہوتے ہیں تاہم زیادہ تر مذہبی اقلیتوں کے خلاف ایسا ہوتا ہے۔ (صفحہ 161)

5. حکومتی اور فوجی بیانات کے برخلاف اقلیتیں معاشرتی امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔ خاص طور پر مسیحی، ہندو اور احمدی جنہیں سرکاری طور پر مسلمان تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ان سے زبردستی بلامعاوضہ کام بھی لیا جاتا ہے۔ (صفحہ 159)

6. توہین رسالت نیز اینٹی احمدیہ قوانین کے نتیجہ میں احمدی انتہا پسند سنی دہشتگردی کا شکار ہوتے ہیں۔ مثلاً

اپریل 2018ء میں لشکر جھنگوی نے لاہور یونیورسٹی کے احمدی ریٹائرڈ پروفیسر اشفاق احمد صاحب کے قتل کی ذمہ داری قبول کی۔(صفحہ 161)

7. مسلمان علماء جماعت احمدیہ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ 1974 کے دستور کی تبدیلی کے بعد سے یہ خیال دستور کا حصہ بن چکا ہے۔ احمدیوں کو اقلیت کا درجہ دینے کے ساتھ انہیں اس بات کی ممانعت بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں یا اپنے عمل سے ایسا ظاہر کریں۔ کسی ریاست کی طرف سے احمدیوں کا مذہب سے اخراج اسلامی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے۔(صفحہ 160)

8. 1950ء کی دہائی سے بار بار جماعت احمدیہ کے ممبران کے خلاف پرتشدد مسلمان تنظیموں کی طرف سے مظاہرے اور حملے ہوتے رہے ہیں۔ مئی 2018ء میں ایک انتہا پسند مسلمان مولوی کی سرکردگی میں ایک مجمع نے سیالکوٹ میں احمدیوں کی مسجد مسمار کیا جانا تازہ ترین مثال ہے۔(صفحہ 161)

9. پاکستان میں احمدیوں کو، اگر وہ اپنی تعلیمات کی تبلیغ کریں، تین سال قید تک کی سزا مقرر ہے۔(صفحہ 36)

10. قانون کی شق 298 سی کے مطابق احمدیوں کے لئے تبلیغ کرنا ممنوع ہے اور خلاف ورزی پر تین سال تک کی قید ہے۔(صفحہ 160)

11. احمدی واحد مذہبی اقلیت ہیں جو ووٹر فہرستوں میں الگ لکھے گئے ہیں۔ وہ پارلیمنٹ میں موجود نہیں کیونکہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اس لئے سیاسی پارٹیوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے لئے مخصوص نشستوں پر امیدوار نہیں بنتے۔(صفحہ 160)

12. ایک خطرہ، جو کہ کچھ کم ہوا ہے، ان سنی تشدد پسند تنظیموں کی طرف سے ہوتا تھا جو بالخصوص شیعہ، احمدیہ، مسیحی اور سکھ بلکہ اعتدال پسند سُنیوں کے بھی خلاف تھے۔(صفحہ 159)

13. دنیا بھر میں مذہبی آزادی سلب کرنے اور ظلم کے ضمن میں سب سے بڑی مثال پاکستان کی دی گئی ہے۔ جہاں قانون توہین رسالت کے تحت آئے دن مقدمات بنائے جارہے ہیں جن میں سب سے مشہور آسیہ بی بی کیس ہے۔ رپورٹ میں اس کے بارہ میں مختلف اخبارات اور تحقیقی اداروں کی رپورٹس کی مدد سے بتایا گیا ہے کہ یہ مقدمہ کس طرح شروع ہوا۔ عدالت نے سزائے موت سنائی، پھر سپریم کورٹ کے بری قرار دینے کے باوجود قید میں رہیں، آسیہ بی بی کے خلاف کس طرح سوشل میڈیا پر مہم چلائی گئی، تحریک لبیک یا رسول اللہ نے کیسے اس واقعہ کو استعمال کیا۔ آخر کار آسیہ بی بی کو پاکستان چھوڑنا پڑا۔ اس سے قبل گورنر سلمان تاثیر صاحب اور وفاقی وزیر شہباز بھٹی صاحب ان کی حمایت کرنے پر قتل ہوئے۔

http://www.bmz.de/religionsfreiheit/de/der-bericht/Zweiter-Religionsfreiheitsbericht.pdf

اندھوں نے اک چراغِ محبت بجھا دیا

گرمولا ورکاں کی مسجد کے مینار گرانے والوں کے نام

ملّاؤں نے جہاد کا مطلب بتا دیا
اک اور خدا کے گھر سے ہے کلمہ مٹا دیا

نفرت کے بُت کدوں سے عقیدت تو دیکھئے
اندھوں نے اک چراغِ محبت بجھا دیا

ذہنوں میں اس قدر ہے کدورت بھری ہوئی
مینارِ سر بلند کو توڑا، گرا دیا

گرمولا ورکاں گاؤں ہے اب پاک ہو گیا
گویا کہ لاالٰہ کو ہوا میں اُڑا دیا

سرکار اور تھانوں کو کرکے شریکِ جرم
پولیس کو انہوں نے خدا سے لڑا دیا

آئین کی ہے شکل بگاڑی کچھ اس طرح
قانون کو بھی گھر کی ہے لونڈی بنا دیا

جو بھی تھا قدسیؔ کلمہ مٹانے میں پیش پیش
قدرت نے اس کا نام و نشاں تک مٹا دیا

(مکرم عبدالکریم قدسی صاحب۔ حال امریکہ)

گرمولا وِرکاں، ضلع گوجرانوالہ میں ظالمانہ کارروائی

گرمولا ورکاں ضلع گجرانوالہ میں 17 مارچ 2021ء کی دوپہر کو 8 پولیس اہلکاروں نے جماعتِ احمدیہ کی مسجد پر سے کلمہ مٹایا گیا اور گنبد اور میناروں کو گرادیا گیا۔ اس طرح سے مسجد کے تشخص کو تبدیل کرنے کی انتہائی مذموم حرکت کی گئی ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ بہیمانہ کارروائی پولیس کے اپنے بیان کے مطابق اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کے کہنے پر کی گئی۔ واقعات کے مطابق رپورٹ ہے کہ سجاد حسین نامی ایک شخص نے حکومتی اداروں پر دباؤ ڈال کر یہ ظلم کروایا۔ اس شخص نے اس واقعے سے قبل جماعت کے خلاف لٹریچر تقسیم کیا اور عوام کو جماعت کے خلاف بہت زیادہ غلایا تھا۔

Human Rights Watch نے پاکستان کے بارے میں 13 جنوری کو شائع کردہ مجموعی رپورٹ میں واضح طور پر یہ لکھا تھا کہ پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ظلم میں سنہ 2020ء میں اضافہ ہوا ہے۔ اس سے پہلے احمدیوں کی شہادت کے واقعات کے ضمن میں بھی Human Rights Watch یہ لکھ چکا ہے کہ پاکستانی حکومتیں احمدیوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کرنے اور انہیں تحفظ دینے میں کلیۃً ناکام رہی ہیں۔ جماعت احمدیہ جرمنی نے اس سلسلہ میں 18.03.2021 کو ایک پریس ریلیز جاری کیا ہے اور اس واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے ظلم وستم کی ایسی کارروائیوں کو روکنے کے لئے فوری اقدام کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ کئی خطبات میں الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کے حالات کے لیے دعا کرتے رہنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان میں رہنے والے احمدیوں کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور ظالموں سے خود جلد حساب لے، آمین۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات ودعائے مغفرت

مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب

خاکسار کے ابّا جان مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب آف دودوہا ضلع سرگودھا حال مقیم محلہ دارالانوار ربوہ مؤرخہ 7/فروری 2021ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ کو 18سال کی عمر میں قبولیت احمدیت کی سعادت ملی اور مجلس خدام الاحمدیہ ضلع، انصاراللہ ضلع سرگودھا میں مختلف خدمات کے علاوہ بطور سیکرٹری مال، سیکرٹری وصایا، سیکرٹری وقف جدید وتحریک جدید ضلع سرگودھا خدمتِ دین کی توفیق ملی۔ آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔مکرم شیخ مبارک احمد صاحب ناظر رشتہ ناطہ نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ دارالفضل میں تدفین کے بعد مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے دعا کروائی۔(مبشر احمد ظہیر۔صدر جماعت Viernheim)

مکرم ڈاکٹرسلیم احمد خلیل صاحب

خاکسار کے والد محترم، مکرم ڈاکٹرسلیم احمد خلیل صاحب مؤرخہ 4 مارچ 2021ء کو Rüsselsheim جرمنی میں وفات پاگئے ہیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ محترم حکیم سردار محمد صاحب مرحوم اور محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ مرحومہ کی پہلی نرینہ اولاد تھے۔آپ 14/اپریل 1939ء کو محلہ دارالرحمت قادیان میں پیدا ہوئے۔ ہمارے خاندان میں احمدیت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دور خلافت میں آپ کے دادا چوہدری اللہ دتہ صاحب مرحوم کی ایک مبشر رؤیا کے ذریعہ آئی۔

مرحوم کو تقریباً 65 سال تک مختلف جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ پاکستان میں قائد مجلس ڈگری سندھ، مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ میں خدمات، قائد مجلس مظفر آباد سٹیٹ (لابنی) ضلع بدین، تقریباً17 سال صدر جماعت احمدیہ ڈگری سندھ خدمت کی توفیق پائی۔

جرمنی آنے کے بعد آپ کو بطور نیشنل قائد عمومی مجلس انصاراللہ جرمنی، ایک مرتبہ قائم مقام صدر مجلس انصاراللہ جرمنی، دارالقضاء جرمنی میں بطور قاضی اوّل، ناظم دارالقضاء اور بطور ممبر دارالقضاء جرمنی خدمت کی توفیق ملی، الحمدللہ۔

آپ نظام جماعت کی بہت زیادہ غیرت رکھنے والے تھے۔کبھی نظام کے خلاف کوئی بات نہ کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو کرنے دیتے تھے فوری طور پر نہایت سختی سے ٹوک دیتے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے۔عہدیداران کی بھی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ کو 19 سال کی عمر میں وصیت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 8/مارچ 2021ء کو آپ کے پوتے عزیزم ابدال احمد توقیر نے پڑھائی اور Waldfriedhof Rüsselsheim میں امانتاً تدفین ہوئی۔

مرحوم مکرم وسیم احمد طاہر، حلقہ من ہائیم اوسٹ کے بھائی اور مولانا حیدر علی ظفر صاحب، نائب امیر جماعت احمدیہ جرمنی کے برادر نسبتی تھے۔

(سردار احمد محمود صاحب، رسلز ہائم جرمنی)

مکرم نعمت علی صاحب

خاکسار کے والد محترم مکرم نعمت علی صاحب 3/مارچ 2021ء کو گلفورڈ ہسپتال برطانیہ میں بعمر 81 سال وفات پاگئے، اناللہ وناالیہ راجعون۔

مرحوم بڑے ملنسار تھے۔ چندوں میں باقاعدہ، خلافت کے عاشق اور موصی تھے۔آپ مکرم مجید احمد صاحب سیالکوٹی سابق مبلغ سیرالیون حال برطانیہ کے بڑے بھائی تھے۔

ہم تین بھائی اور چھ بہنیں ہیں جو سب صاحب اولاد اور جماعت کی خدمت میں کسی نہ کسی رنگ میں مصروف ہیں، الحمدللہ۔مرحوم کی نماز جنازہ مکرم راجہ برہان احمد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ نے مؤرخہ 5/مارچ 2021ء کو Eashing Cemetery, Godalming میں 3/بجے پڑھائی اور بعدازاں تدفین کے عمل کے بعد خاکسار نے دُعا کروائی۔(طارق محمود۔سابق صدر حلقہ بورن ہائم فرانکفرٹ)

محترمہ شمیم اختر رفعت صاحبہ

خاکسار کی اہلیہ محترمہ شمیم اختر رفعت صاحبہ مؤرخہ 10 مارچ2021ء کو بعمر 70سال بقضائے الٰہی وفات پاگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں اور بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔مرحومہ بہت نیک، صوم وصلاۃ کی پابند اور خلافت کی فدائی، خوش اخلاق، ملنسار، زندہ دل اور بلند حوصلہ والی خاتون تھیں۔موصوفہ نظر کی کمزوری کے باوجود باقاعدگی سے تلاوتِ قرآن کریم کرتی تھیں اور ایک بڑا حصہ زبانی باترجمہ یاد تھا۔ اپنے خاندان کی دینی کامیابیوں پر بہت خوش ہوا کرتی تھیں۔آپ کا ایک بیٹا اللہ تعالیٰ کے فضل سے حافظِ قرآن، دو پوتے متعلم جامعہ احمدیہ یوکے ہیں۔مرحومہ دعاگو خاتون تھیں۔ آپ کی تدفین مقامی قبرستان میں ہوئی۔(سراج الدین جاوید سابق کارکن وکالتِ مال ثانی ربوہ حال جرمنی)

مکرم ماسٹر ملک سلطان علی ریحان صاحب

مولانا محمد اسماعیل دیال گڑھی مرحوم کے داماد اور خاکسار کے بہنوئی مکرم ملک سلطان علی ریحان صاحب مؤرخہ 26 مارچ 2021ء کو طاہر ہارٹ ربوہ میں بعمر 83سال وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم مکرم محمد احمد نعیم صاحب مربی سلسلہ (عربی ڈیسک یوکے) اور مکرم نجیب احمد فہیم صاحب ڈپٹی چیف انجینئر شاہ تاج شوگر مل کے والد اور مکرم صفوان ملک صاحب کارکن شعبہ تبلیغ جرمنی کے سسر تھے۔آپ تدریس کے شعبے سے منسلک تھے اور ضلع سرگودھا کے مختلف علاقوں میں ٹیچر رہے۔آخری چند سال ربوہ کے تعلیم الاسلام سکول میں بھی پڑھاتے رہے۔آپ اور آپ کے بڑے بھائی مکرم ملک عبداللہ صاحب مرحوم نے اپنے خاندان میں احمدیت قبول کی اور نامساعد اور معاندانہ حالات کے باوجود احمدیت اور خلافت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔دونوں نہایت مخلص اور عاجزی کا پیکر وجود تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد تقریباً پانچ سال تک وقف کرکے اصلاح وارشاد مقامی میں جماعتی خدمات انجام دینے کی توفیق ملی۔تدفین اسی روزشام کو بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ہوئی۔

(محمد انیس دیالگڑھی۔جماعت Olpe)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

بسم الله الرحمن الرحيم

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (2:184)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

„O die ihr glaubt! Fasten ist euch vorgeschrieben, wie es denen vor euch vorgeschrieben war, auf dass ihr euch schützet."

Ramadan Plan 2021 Frankfurt

پہلا عشرہ رحمت Die ersten zehn Tage der Gnade				
Nr. نمبر	Datum تاریخ	Tag دن	*Suhur انتہائے سحر	* Iftar وقت افطار
1	14.04.2021	MI	05:03	20:22
2	15.04.2021	DO	05:01	20:24
3	16.04.2021	FR	04:59	20:25
4	17.04.2021	SA	04:57	20:27
5	18.04.2021	SO	04:55	20:28
6	19.04.2021	MO	04:53	20:30
7	20.04.2021	DI	04:51	20:32
8	21.04.2021	MI	04:49	20:33
9	22.04.2021	DO	04:47	20:35
10	23.04.2021	FR	04:45	20:36

دوسرا عشرہ مغفرت Die nächsten zehn Tage der Vergebung				
Nr. نمبر	Datum تاریخ	Tag دن	*Suhur انتہائے سحر	*Iftar وقت افطار
11	24.04.2021	SA	04:43	20:38
12	25.04.2021	SO	04:41	20:39
13	26.04.2021	MO	04:39	20:41
14	27.04.2021	DI	04:37	20:42
15	28.04.2021	MI	04:35	20:44
16	29.04.2021	DO	04:34	20:46
17	30.04.2021	FR	04:32	20:47
18	01.05.2021	SA	04:30	20:49
19	02.05.2021	SO	04:28	20:50
20	03.05.2021	MO	04:27	20:52

تیسرا عشرہ جہنم کی آگ سے نجات Die letzten zehn Tage der Erlösung vom Feuer				
Nr. نمبر	Datum تاریخ	Tag دن	*Suhur انتہائے سحر	*Iftar وقت افطار
21	04.05.2021	DI	04:25	20:53
22	05.05.2021	MI	04:23	20:55
23	06.05.2021	DO	04:21	20:56
24	07.05.2021	FR	04:20	20:58
25	08.05.2021	SA	04:18	20:59
26	09.05.2021	SO	04:17	21:01
27	10.05.2021	MO	04:15	21:02
28	11.05.2021	DI	04:14	21:04
29	12.05.2021	MI	04:12	21:05
30	13.05.2021	DO	04:11	21:07

Freiwilliges Fasten im Monat Schawwāl
ماہ شوال کے نفلی روزے

Datum تاریخ	Tag دن	*Suhur انتہائے سحر	*Iftar وقت افطار
15.05.2021	SA	04:08	21:09
16.05.2021	SO	04:06	21:11
17.05.2021	MO	04:05	21:12
18.05.2021	DI	04:04	21:14
19.05.2021	MI	04:03	21:15
20.05.2021	DO	04:01	21:16

فدیہ کم از کم 80 یورو
Fidya mind. 80,-€

عید فنڈ 10 یورو ہر کمانے والے فرد پر
Id Fund 10,-€ pro Erwerbstätiger/e

صدقۃ الفطر 3 یورو فی کس
Sadqatul Fitr 3,-€ p.P.

زیادہ رقبے پر پھیلی ہوئی جماعتوں میں رہنے والے احباب اپنے (مقامی) غروب آفتاب کے پانچ منٹ بعد روزہ افطار کر لیں۔

Personen die in größeren Gemeinden (Jamaat) distanziert voneinander leben, sollen entsprechend ihrer Ortschaften, fünf Minuten nach Sonnenuntergang ihr Fasten brechen.

Gebet beim Fastenbrechen: روزہ کھولنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

O Allah! Für Dich alleine habe ich gefastet und mit Deiner Gabe breche ich mein Fasten.

Abteilung Tarbiyyat
AMJ Deutschland

*Suhur = Fastenbeginn   * Iftar = Fastenbrechen

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 22
ISSUE 04
April 2021
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir